جس میں رضاخانی مذہب کے بانی جناب مولانا احمد رضا خان صاحب کے حقیقی مسلک کی ناقابل تردید دلائل سے نقاب کشائی کی گئی ہے

مسلکِ اعلیٰ حضرت

از قلم رقم حقیقت

مناظرِ اسلام

مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی

مدظلہ العالی

باہتمام

محترم ایڈووکیٹ شفیق رانا جرّال صاحب

(ایڈووکیٹ کراچی ہائیکورٹ، ایم اے اسلامیات، ایل ایل بی)

جمعیت اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

بانی مذہبِ رضاخانیت مولانا احمد رضاخان صاحب کے حقیقی مسلک وعقیدے پر تحقیقی مقالہ

مسلکِ اعلیٰ حضرت

تالیف

مناظرِ اسلام مولانا ساجد خان نقشبندی مدّظلہٗ العالی

(فاضل جامعہ دار العلوم کراچی)

باھتمام

محترم ایڈوکیٹ شفیق رانا جرّال صاحب

(ایڈوکیٹ کراچی ہائی کورٹ، ایم اے اسلامیات، ایل ایل بی)

جمعیّة اهل السنّة والجماعة پاکستان

تفصیلات

کتاب کا نام : مسلکِ اعلیٰ حضرت

مؤلّف : مناظرِ اسلام مولانا ساجد خان نقشبندی مدّظلّہٗ العالی

صفحات : 48

کمپیوٹر کمپوزنگ : مولانا عبداللہ الہندی

میڈیا فائل : 2015ء

باہتمام : محترم ایڈوکیٹ شفیق رانا جرّال صاحب

(ایڈوکیٹ کراچی ہائی کورٹ، ایم اے اسلامیات، ایل ایل بی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمد رضا خان بریلوی کا مسلک

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء قرۃ العینین جیسی شہرۂ آفاق کتابیں لکھ کر ہندوستان میں شیعیت کے خلاف مؤثر قلمی جہاد کا آغاز کیا نجف علی خان نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شیعیت کُش تحریک سے پریشان ہو کر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پہونچے اتروا کر ہاتھ بیکار کر دیے تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون نہ لکھ سکیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اُن کے جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دہلی کی مسندِ علم وعرفان پر جلوہ افروز ہوئے۔ دہلی کی جامع مسجد کے منبر پر رونق افروز ہونے والے خطیب آتش نوا کی شعلہ بیانی، بے باکی، جرأتِ ایمانی اور آتش نوائی کا بے باکانہ منظر دیکھنے کے لیے پورا دہلی امنڈ آتا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیعیّت کے ردّ میں "تحفۂ اثناء عشریہ" لکھی، جو شیعیّت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی۔ اس کتاب نے شیعوں پر سکتہ طاری کر دیا۔ شیعہ سردار میر اشرف علی نے دس ہزار روپے عراق کے شیعہ مجتہدین کو بھیجا کہ اس کا جواب لکھیں، مگر دنیائے شیعیّت آج تک جواب سے عاجز ہے۔ شیعوں نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مکان ضبط کر لیا، ان کے قتل تک کی سازش کی، ایک طوائفہ کو راضی کیا جو عاشقانہ اشعار پڑھتی تھی، حتیٰ کہ اس خبیثہ نے دہلی کی جامع مسجد میں رقص تک کر دیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے خلیفہ امیر المومنین سیّد احمد شہید، ان کے

داماد حضرت علّامہ عبدالحیّ، ان کے بھتیجہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہم ایک انقلابی اصلاحی تحریک لے کر اٹھے، جن کی تحریکِ وعظ و نصیحت پر لاکھوں لوگوں نے تعزیے توڑ ڈالے، سنّی مسلمان ہوئے، اپنی بدعات سے توبہ کی، اسی پس منظر میں آپ اندازہ کرلیں کہ شیعہ کو جتنی نفرت اس خاندان سے ہوسکتی تھی اور کسی سے نہیں۔ لہٰذا انگریز نے اپنے اور روافض کے اس مشترکہ دشمن کو ختم کرنے کے لیے شیعیّت ہی کا سہارا لیا اور شیعہ نے اپنے پرانے مکر جس سے وہ ہمیشہ سنّیوں کو دھوکہ دیتا رہا یعنی تقیہ کی آڑ میں اہل السنّۃ کے اتّحاد کو پارہ پارہ کردیا اور وہ جنگ جو دلائل کی بنیاد پر یہ لوگ ہار چکے تھے اب الزام تراشی اور پروپیگنڈہ کی بنیاد پر اپنے زخموں کا مداوا کررہے تھے۔

① اہلِ تشیّع کی مستند ترین کتاب "الجامع الکافی" میں ہے:

"انّ الائمّۃ علیھم السّلام یعلمون علم ماکان وما یکون وانّہ لا یخفی علیھم الشیئ صلاۃ اللہ علیھم۔" (اصولِ کافی: ۱/ ۴۴۲)

ترجمہ: ائمہ علیہم السلام ماکان و مایکون کا علم رکھتے ہیں پھر اُن پر کوئی بھی چیز مخفی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی صلاۃ وسلام ہو اُن پر۔

احمد رضا خان صاحب کی کتابوں میں جگہ جگہ آپ کو یہ عقیدہ اس وضاحت کے ساتھ ملے گا کہ اس پر کسی دلیل کی بھی ضرورت نہیں، بلکہ احمد رضا خان بریلوی کی تو ایک کتاب کا نام ہی "اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ماکان ومایکون" ہے۔ شیعہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس اور صفاتِ نبوی کا مظہرِ اتم کہتے ہیں اور ان کے نزدیک مصطفیٰ اور مرتضیٰ ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں، ایران کا مشہور شیعی شاعر شاہ نعمت اللہ کرمانی کہتا ہے:

مصطفیٰ را مرتضیٰ دان مرتضیٰ را مصطفیٰ
خاک در چشم دو بیناں دغا باید زدن

شیعہ حضرات ائمہ کو خدائی اختیارات کے مالک سمجھتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام پر اہل السنّۃ میں پھیلائی جاتی تو کوئی بھی اسے قبول نہ کرتا، لہٰذا احمد رضا خان بریلوی نے تقیہ کا سہارا لے کر بڑے شاطرانہ طریقہ سے ان تمام شیعی عقائد کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر پھیلانے کی

کوشش کی۔ احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے کہ:

"حضور پرنور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس وانور سیّدِ عالم ﷺ کے وارثِ کامل ونائب تامّ وآئینۂ ذات ہیں کہ حضور پرنور ﷺ مع اپنی جمیع صفاتِ جمال وجلال وکمال وافضال کے ان میں متجلّی ہیں جس طرح ذاتِ عزّت احدیت مع جملہ صفات ونعوت جلالت آئینۂ محمّدی ﷺ میں تجلّی فرما ہے۔"

(فتاویٰ افریقہ: صـ ۷۹، مکتبۂ غوثیہ کراچی)

خان صاحب نے اس عبارت کے آخر میں لکھا:

"کفانا الکافی فی الدارین وصلّی اللہ وسلّم علی سیّد الکونین والہ وصحبہ وغوث الثقلین۔"

یہ "الکافی" کیا ہے؟؟؟؟ یہ شیعوں کی کتاب "اصولِ کافی" ہے، جسے دونوں جہاں میں اپنے لیے خان صاحب اور اپنے اس عقیدہ کے لیے کافی قرار دے رہے ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ عربی زبان میں لفظ "صحبہ" ہم نشین ساتھی دوست کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس کی جمع اصحاب ہوتی ہے، اہل السّنۃ والجماعۃ جو رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام میں آپ کی آل کو شامل کرتے ہیں تو عموماً آپ کے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو "والہ واصحابہ اجمعین" کے الفاظ کہہ کر تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شامل کر لیتے ہیں، لیکن چونکہ شیعہ سوائے دو چار کے تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معاذ اللہ کافر سمجھتے ہیں، اس لیے احمد رضا خان کا اپنا شیعی عقائد بیان کرتے ہوئے جمع کو چھوڑ کر صرف "صحبہ" لکھنا بھی بہت کچھ بتا رہا ہے۔

جہاں تک غوثِ اعظم غوث الثقلین کی اصطلاح کی بات ہے تو اگرچہ بریلوی بے وقوف بناتے ہیں کہ اس سے مراد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، مگر حقیقت میں ان کے ہاں غوثِ اعظم جس کے لیے یہ ساری خدائی اختیارات ثابت ہو رہے ہیں وہ کون ہے؟ ملاحظہ فرمائیں:

"پھر مولا علی کو غوثیتِ کبریٰ عطا ہوئی اور امام محترمین رضی اللہ عنہما وزیر ہوئے، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے درجہ بدرجہ امام عسکری تک یہ حضرات مستقل غوث ہوئے۔"

(ملفوظات: ۱/ ۱۱۵)

جب غوثیتِ کبریٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے تو ان کے علاوہ غوثِ اعظم اور کون ہوسکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ سارے شیعی عقائد اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام پر پھیلائے جائیں تو کون سنّی اسے قبول کرے گا۔ اس لیے احمد رضا خان رافضی نے بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے حضور علیہ السلام اور حضرت جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام استعمال کر کے وہ تمام عقائد ان کے لیے مانے جو شیعہ اپنے ائمّہ کے لیے ثابت کرتے ہیں۔

چند مزید عقائد ملاحظہ ہو:

خدا کہتے نہیں بنتی جدا کہتے نہیں بنتی
اسی پر اس کو چھوڑا ہے وہی جانے کہ کیا تم ہو
(حدائق بخشش: ۲/ ۱۰۴، مدینہ پبلشنگ کراچی)

تم میں ہے ظاہر خدا تم پہ کروڑوں دعا
(حدائق بخشش: ۱/ ۱۶)

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نورِ باری حجاب میں ہے
(حدائق بخشش: ۱/ ۸۰)

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وکذا من مفتریات الشیعة الشنیعة حدیث ناد علیّا مظهر العجائب تجده عونًا لک فی النوائب نبوتک یا محمّد بولایتک یا علی۔"

(موضوعاتِ کبریٰ: صـ ۲۶٦، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ترجمہ: اور اسی طرح اہلِ تشیّع کی افتراء پردازیوں میں سے قابلِ مذمّت وہ من گھڑت حدیث ہے (جو ان کے ہاں دعائے سیفی کہلاتی ہے) یعنی نادعلیّا....الخ۔

مگر دوسری طرف احمد رضا خان اس جعلی حدیث اور خالص شیعہ نظریہ کی تعریف و توصیف میں یوں رطب اللّسان ہے:

"اسی جواہرِ خمسہ کی سیفی میں وہ جواہر دار سیف خونخوار جسے دیکھ کر وہابیت بے چاری اپنا جوہر کرنے کو تیّار وہ کیا یعنی کہ نادعلی کہ ایمان طائفہ پر شرک جلی جواہرِ خمسہ میں ترکیب

دعائے سیفی میں فرمایا....

نادعلیّا مظہر العجائب تجدہ عونًا لک فی النوائب کل ہمٍّ وغمٍّ سینجلی بولایتک یاعلی یاعلی یاعلی۔" (الامن والعلیٰ: صـ ۴۵، اکبر بک سیلز، لاہور)

نوٹ: اگر کسی سنّی کی کتاب میں نادعلی کا وظیفہ ہو تو یقیناً اسے کسی "رافضی" کی دسیسہ کاری میں شمار کیا جائے۔ جو حضرات روافض کی تاریخ پر نظر رکھتے ہیں ان سے یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ انھوں نے سنّیوں کی کتابوں میں کیا کیا گُل کھلائے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے مولوی محمّد علی صاحب بریلوی کی کتاب "میزان الکتب" کا مطالعہ کریں۔

④ شیعہ مذہب کی بنیادی کتاب "اصولِ کافی" کے مصنّف ابوجعفر یعقوب کلینی رازی نے اپنی اس کتاب میں ایک باب جو "کتاب الحجۃ" کے نام سے موسوم ہے ان الفاظ میں شروع کیا ہے:

باب فیه ذکر الصحیفة والجفر والجامعة ومصحف فاطمة علیها السلام۔	اس باب میں حضرت علی کے صحیفے، الجفر، الجامعہ اور مصحفِ فاطمہ کا ذکر کیا جائے گا۔

("اصولِ کافی"، ابوجعفر یعقوب کلینی رازیؔ: صـ ۲۳۹، مطبوعہ تہران)

فیها کل حلال وحرام وکلّ شیئ یحتاج الیه الناس۔	اس میں ہر حلال اور ہر حرام چیز کا بیان ہے اور ہر وہ چیز جس کی لوگوں کو ضرورت پڑ سکتی ہے اس کا ذکر ہے۔

("اصولِ کافی"، ابوجعفر یعقوب کلینی رازیؔ: صـ ۲۳۹، مطبوعہ تہران)

پھر اس کے آگے وہ مزید لکھتا ہے کہ:

"جفر چمڑے کی ایک کتاب ہے جس میں تمام انبیاء واوصیاء کا علم درج ہے۔"

("اصولِ کافی"، ابوجعفر یعقوب کلینی رازیؔ: صـ ۲۴۰، مطبوعہ تہران)

اور یہ "جفر" و "جامعہ" کیا چیزیں ہیں؟ اس کی تشریح ملّا چلپیؔ نے "کشف الظّنون" میں اس طرح کی ہے:

"الجفر عبارت عن لوح القضاء والّذی ھو عقل الکلّ والجامعة لوح القدر الّذی ھو نفس الکلّ وقد ادّعٰی طائفة ان الامام علی ابن ابی طالب وضع الحروف الثمانیة والعشرین علی طریق البسط الاعظم فی الجفر....وھٰذا علم تورثه اھل البیت ومن ینتمی الیھم ویأخذ منھم من المشائخ الکاملین وکانوا تکتمونه عن غیرھم کلّ الکتمان وقیل لا یقف علی ھٰذا الکتاب حقیقة الّا مھدی المنتظر خروجه فی اٰخر الزمان۔"

(کشف الظّنون،ملّا چلپیؒ:۱/۵۹۱طبع بیروت)

"قضاء کی تختی کو "جفر" کہتے ہیں اور قدر کی تختی کو "جامعہ"۔ لوحِ قضاء عقلِ کل ہے اور لوحِ قدر خود کل ہے اور ایک فرقہ (یعنی اہلِ تشیّع) کا دعویٰ ہے کہ امام علی ابن ابی طالب نے اٹھائیس حروفِ تہجّی کو بسط الاعظم کے طریقہ پر ایک جلد میں مرتّب کیا اور یہ "جفر" کا علم ہے جو اہلِ بیت میں اور جو ان کے ہم اعتقاد (یعنی شیعہ) ہیں ان میں وراثتاً چلا آتا ہے۔ مشائخ کاملین یہ علم انہی سے حاصل کرتے ہیں اور وہ اپنے لوگوں (اہلِ تشیّع) کے علاوہ اسے ہر ایک سے مکمّل طور پر چھپاتے رہے ہیں اور یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ "جفر" کی اس کتاب کی حقیقت کو "مہدی منتظر" کے علاوہ کوئی اور نہیں جان سکتا۔"

خان صاحب بریلوی کی علمِ جفر سے غیر معمولی دلچسپی اور اس میں مہارت و تکمیل کی تمنّا اس قدر شدید تھی کہ ۱۳۲۴ھ میں "حسام الحرمین" کا فراڈ کرنے کے لیے حجاز گئے تو مدینۂ منوّرہ پہونچنے کے بعد اس نام نہاد عاشق رسول کو روضۂ انور پر ہمہ وقت حاضری اور زیادہ سے زیادہ صلاۃ وسلام پیش کرنے کی تمنّا اور کوشش کے بجائے ہر گھڑی یہی دھن اور اس بات کی لگن تھی کہ کسی طرح اس مقدّس شہر میں کوئی ماہر "جفر داں" مل جائے جس سے وہ اس فن کی تکمیل کر سکیں۔ خان بریلوی خود فرماتے ہیں:

"اس تین مہینے کے قیام میں میں نے خیال کیا کہ یہ شہرِ کریم تمام جہاں کا مرجع وملجا ہے، اہلِ مغرب بھی یہاں آتے ہیں ممکن ہے کوئی صاحب "جفر داں" مل جائے کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے۔" (ملفوظات:۲/۱۲۷،فرید بک سٹال،لاہور)

ما قبل میں کشف الظّنون کے حوالہ سے یہ بات گزر چکی ہے کہ "جفر" ایک ایسا علم ہے کہ جو شیعہ میں وراثتاً چلا آرہا ہے، شیعہ اپنے سوا ہر ایک سے اس علم کو پوری طرح چھپاتے ہیں، لہٰذا خان صاحب جس "جفر داں" کی تلاش میں تھے وہ لازماً کوئی کٹّر شیعہ عالم ہی ہوگا اور خانصاحب کو بھی اپنی شیعیّت پر اس قدر پختہ یقین تھا کہ وہ اس علم کے حصول کے لیے باقاعدہ "جفر داں" کی تلاش میں پھرنے لگے۔ خان افغانی کو اس علم پر کس قدر وثوق تھا اس کا اندازہ مندرجہ ذیل ملفوظ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

"غرض جفر سے جو جواب نکلے گا ضرور حق ہوگا کہ علم اولیائے کرام کا ہے، اہلِ بیتِ عظام کا ہے، امیر المومنین علی مرتضیٰ کا ہے رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔" (ملفوظات: ۲/ ۱۵۰)

اور خانصاحب کی ذرا اس عبارت پر بھی غور فرمائیں:

"امیر امومنین ابو الائمّة الطاهرین سیّدنا علی کرّم اللہ تعالیٰ وجهه۔"
(خالص الاعتقاد: صـ ۳۷، حامد اینڈ کمپنی لاہور)

"الائمّة الطّاهرین" کی اصطلاح بہت حد تک حقیقتِ حال کو واضح کر رہی ہے۔

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ:

"وكان امير المومنين كثيرًا ما يقول أنا قسيم الله بين الجنّة والنّار۔"
(اصولِ کافی، کتاب الحجّہ: صـ ۱۱۷)

امیر المومنین (حضرت علیؓ) اکثر یہ فرمایا کرتے تھے: "میں ہی جنّت و دوزخ تقسیم کرنے والا ہوں۔"

ملاحظہ فرمائیں اس لغو عقیدہ کی خان افغانی نے کس طرح تائید کی:

سیّدنا مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا: "أنا قسيم النّار۔" (امن والعلیٰ: صـ ۹۷)

شیعہ کا ولایت کے بارے میں عقیدہ ہے کہ: "إنّ الارض لا تخلو من الحجّة۔" مطلب دنیا حجّت یعنی امام سے خالی نہیں رہ سکتی۔

عن أبی حمزة قال قلت لأبی عبد الله تبقى الارض بغير امام؟ قال لو بقيت

الارض بغیر امامٍ لساخت۔ (اصولِ کافی: صـ ۱۰۴)

ابوحمزہ سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے عرض کیا کہ کیا زمین بغیر امام کے باقی رہے گی؟ تو انھوں نے فرمایا کہ اگر زمین بغیر امام کے باقی رہے گی تو دھنس جائے گی۔

ٹھیک یہی عقیدہ غوث کے نام سے خانصاحب افغانی نے پیش کیا:

"بغیر غوث کے زمین وآسمان قائم نہیں رہ سکتے۔" (ملفوظات: ۱/ ۱۱۵)

شیعہ کا ولایت کے بارے میں ایک عقیدہ "الولایة التکوینیة" ہے جس کے بارے میں خمینی لکھتا ہے کہ:

فأنّ للامام مقاما محمودا ودرجةً ساميةً وخلافةً تكوينيةً تخضع لولایتھا ومیطرتھا جمیع ذرّات الکون۔" (الحکومۃ الاسلامیۃ: صـ ۵۲)

یہ عقیدہ خان افغانی کے بیٹے اور ان کی کتاب کے شارح مصطفیٰ رضا خاں نے کس طرح بیان کیا ملاحظہ ہو:

"امام کو وہ مقامِ محمود اور بلند درجہ اور ایسی تکوینی حکومت حاصل ہوتی ہے کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کے حکم واقتدار کے سامنے سرنگوں اور تابع فرمان ہوتا ہے۔"

ائمۂ کرام فرماتے ہیں: "اولیاء میں ایک مرتبہ اصحاب التکوین کا ہے جو چیز جس وقت چاہتے ہیں فوراً ہو جاتی ہے، جسے کُن کہا وہی ہو گیا۔" (شرح الاستمداد: صـ ٦، برکاتِ مدینہ، کراچی)

محبوبِ سبحانی ظلّ رحمانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ رافضیوں کا عقیدہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"انّ الامام یعلم کلّ شیئ ما کان وما یکون من امر الدّنیا والدّین فی عدد الحصٰی وقطر الامطار وورق الشجر۔" (غنیۃ الطالبین: ۱/ ۱۸۰، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

(ان رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ) امام صاحب کو ایسا علم ہوتا ہے کہ جو چیز پچھلے زمانے میں ہو چکی ہے اور آئندہ ہونے والی ہوتی ہے چاہے دنیا کے متعلّق ہو اور چاہے دین کے متعلّق ہر ایک کو جانتا ہے یہاں تک کہ سطحِ زمین پر جس قدر ٹھیکریاں (کنکریاں) ہیں اور جتنے بارش کے قطرے پڑتے ہیں اور درختوں کے پتّوں کی تعداد بھی اس کو معلوم ہوتی ہے۔

بعینہٖ یہی عقیدہ احمد رضا خان بریلوی اور اس کے متّبعین کا انبیاء علیہم السّلام اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے لیے ہے۔

شیعہ کا عقیدہ ہے کہ:

"أنّ الامامیّۃ یعتقدون انّ الامام المعصوم یعلم ما فی بطن الحامل وما وراء الجدار۔" (تاریخ الاسلام للذہبی: ۴۵ / صـ ۸۶، تاریخ الخلفاء: صـ ۳۸۷)

ترجمہ: کہ امامیہ جو شیعہ ہیں وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ امامِ معصوم وہ حاملہ کے پیٹ میں کیا ہے اُس کو بھی جانتے ہیں اور دیوار کے پیچھے کیا ہے اُس کو بھی جانتے ہیں۔

بعینہٖ یہی عقیدہ احمد رضا خان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلّق تھا، بلکہ احمد یار گجراتی بریلوی اور عمر اچھروی بریلوی نے تو اس پر دلائل بھی دینے کی کوشش کی، تفصیل "اساسِ بریلویت" میں پڑھیں۔

اہل السّنۃ کے متعلّق شیعہ کا یہ عقیدہ ہے:

"وقتیکہ قائم علیہ السّلام ظاہر می شود پیش از کفّار ابتداء بہ سنّیاں خواہد کرد باعلماء ایشاں خواہد کشت۔" (حق الیقین: صـ ۱۳۸)

جس وقت امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے تو وہ کافروں سے جنگی کارروائی شروع کرنے سے پہلے ابتداء سنّیوں خصوصاً ان کے علماء سے کریں گے اور ان سب کو قتل کر کے نیست و نابود کر دیں گے۔

احمد رضا خان نے بھی انگریز کافر کے حق میں فتوے دیے، ان کی مخالفت میں چلنے والی ہر تحریک کی مخالفت کی، مگر دوسری طرف ساری زندگی اہل السّنۃ خصوصاً علمائے اہل السّنۃ کو کافر و مرتد بناتے رہے۔

مولانا معین الدّین اجمیری جن کا تعارف مدنی میاں بریلوی ان الفاظ میں کراتے ہیں:

"شمس العلماء مولانا معین الدّین اجمیری....مولانا مرحوم مولانا فضل حق خیر آبادی کی تحریکِ آزادی کے ممتاز رہنما تھے۔" (المیزان کا امام احمد رضا نمبر: صـ ۳۹۶)

یہ شمس العلماء احمد رضا خان صاحب بریلوی کے متعلق لکھتے ہیں:

"خلقت آپ کی فضیلت سے بے حد نالاں ہے وہ کہتی ہے کہ دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہوگا جس قدر اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا، مگر درحقیقت یہ وہ فضیلت ہے جو سوائے اعلیٰ حضرت کے کسی کے حصّہ میں نہیں آئی۔" (تجلّیاتِ انوارِ معین: صـ ۳۷)

مزید لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت....جنھوں نے اکثر علمائے اہل السنّت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بدظن کر دیا، جن کے اَتباع کی پہچان یہ ہے کہ وہ وعظ میں اہلِ حق سنّیوں کو وہابی کہہ کر گالیوں کا مینھ برساتے ہیں۔" (تجلّیاتِ انوار المعین: صـ ۹۲)

حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ کا ایک نظریہ یہ لکھا کہ وہ اپنی کنیزوں (باندیوں، لونڈیوں) کی شرمگاہ اپنے دوستوں اور مہمانوں کو عاریۃً دینے کو بہت بڑی ثواب کی چیز اور اطاعت سمجھتے ہیں اور اس بے غیرتی پر فخر کرتے ہیں۔ (تحفۂ اثناء عشریہ فارسی: صـ ۳۶۷)

یہی عقیدہ احمد رضا خان بریلوی کا بھی تھا، چنانچہ ان کے سوانح نگاروں نے لکھا کہ ایک سیّد صاحب احمد رضا خان سے ملنے تشریف لائے تو بے دھڑک مکان کے اندر گھس گئے اور زنان خانہ میں چلے گئے، احمد رضا خان کے گھر کی مستورات پر نظر پڑی تو سخت شرمندہ ہوئے، احمد رضا خان دوڑتے ہوئے آئے اور انھیں اپنے ساتھ اپنے کمرے کی طرف لے گئے اور سیّد صاحب کو کہنے لگے:

"(اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ) "حضرت! یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں، آپ آقا اور آقا زادہ ہیں۔" (المیزان کا امام احمد رضا نمبر: صـ ۳۷۰)

اپنے گھر کی عورتوں کو ایک غیر مرد کی باندیاں قرار دے کر اس پر خوشی کا اظہار کرنا اور اِسے باعثِ

فخر واطاعت سمجھنا کیا اسی شیعہ عقیدہ کا اظہار نہیں، جس کا ذکر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحفۂ اثناء عشریہ میں کیا؟؟؟؟

شیعہ ائمّہ کے بارے میں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

"امّا علمت انّ الدّنیا والاٰخرۃ لامام یضعھا حیث یشاء ویدفعھا الی من یشاء۔" (اصولِ کافی: صـ ۲۵۹)

کیا تم کو یہ بات معلوم نہیں کہ دنیا وآخرت سب امام کی ملکیت ہے، وہ جس کو چاہے دے دیں اور جو بھی چاہیں کسی عطا کریں۔

احمد رضا خان بریلوی نے اپنے متّبعین میں یہی عقیدہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر پھیلایا، چنانچہ لکھتے ہیں:

"(اللہ تعالیٰ نے) تمام اہلِ زمانہ کے کاموں کی باگیں اسے سپرد فرمائیں اور اجازت فرمائی کہ جسے چاہیں عطا کریں جسے چاہیں منع فرمادیں۔" (خالص الاعتقاد: صـ ۴۹)

احمد رضا خان کے شیعہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے جس خاندان مارہرہ میں جا کر بیعت کی اور اپنے پیری مریدی کا سلسلہ جوڑا وہ بھی در پردہ شیعہ تھا، مگر تقیہ کی آڑ میں سنّی بنا پھر رہا تھا۔

جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی کا "پیر خانہ" مارہرہؔ ضلع ایٹہ جو کہ عوام النّاس کے نزدیک خالص اہل السنّت والجماعت مشائخ کا خاندان ہے اور وہاں کی خانقاہ برکاتیہ "سنّی خانقاہ" کے نام سے معروف ہے۔ اس خانقاہ برکاتیہؔ کے شیوخ میں سے ایک اہم ہستی شاہ اچھّے میاں آل احمد مارہرویؔ اور ان کے برادر زادہ یعنی احمد رضا خان صاحب کے پیر و مرشد شاہ آل رسول برکَاتی مارہروی نے چونکہ دہلی جا کر شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے درسِ حدیث لیا تھا اور ان کا شمار شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے۔ اس لیے عام طور پر لوگوں کے نزدیک اس خانقاہ کے مشائخ کا "سنّی العقیدہ" ہونا ایک طے شدہ بات ہے۔ مگر اسی "مارہرہ شریف" کے مشائخ کے "خاندانِ برکات کی تاریخ" میں اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ

"شاہ حمزہ مارہرویؔ کو لکھنؤ کے شیعہ حکمراں نواب آصف الدّولہ نے مبلغ چار سو پچاس

روپے کا ایک روزینہ یعنی وظیفہ برائے اخراجات درگاہ شاہ برکت اللہ وشاہ عبدالجلیل وشاہ جلال صاحب جاری کیا تھا، جو اس وقت کے لحاظ سے ایک خطیر رقم تھی، یہ وظیفہ انھیں اور ان کی اولاد کو برابر ملتا رہا۔اس کے علاوہ نواب آصف الدّولہ نے خانقاہ خرچ کے لیے علیٰحدہ سے مزید ایک سو روپے کا وظیفہ منظور کیا تھا، یہ دونوں وظیفے ان کی اولاد کو تااختتامِ ریاست اودھ واجد علی شاہ اختر کے زمانۂ آخر تک ملتے رہے تھے۔" (تاریخ خاندانِ برکات: صـ ۲۲، سیّد شاہ اولادِ رسول محمّد میاں قادری برکاتی مارہروی، مطبوعہ برکاتی پبلشرز ۱۲۳ر چھاگلہ اسٹریٹ کھارادر کراچی نمبر ۲)

"تاریخ خاندانِ برکات" کے مؤلّف شاہ اولادِ رسول محمّد میاں قادری برکاتی اس ضمن میں مزید لکھتے ہیں کہ:

"جب شاہ حمزہ مارہروی کی وفات کے بعد شاہ اچھّے میاں آل احمد مارہروی کا دور آیا تو نواب آصف الدّولہ والیٔ لکھنؤ نے ۱۱۹۸ھ میں دیہات صورت پور بیلی پرگنہ مارہرہ بصیغہ آل تمغا و رحمت پور وہسورہ خوردہ احد پور پرگنہ بلرام بصیغہ جاگیر خرچ خانقاہ حضرت کے "نذر" کیے۔جن میں سے اکثر کی زمینداری ومعافیداری متولّیاں مابعد نے قریب کے زمانہ میں بیع ورہن کر کے تلف کر ڈالی اور بعض کی معافیداری (واجد علی شاہ والیٔ اودھ کی معزولی کے بعد) گورنمنٹ نے ضبط کرلی۔" (تاریخ خاندانِ برکات: صـ ۲۴، سیّد شاہ اولادِ رسول محمّد میاں قادری برکاتی مارہروی، ۱۹۳۹ء)

جہاں تک اہلِ تشیّع کی افتادِ طبع کی بات ہے تو کوئی بھی مخلص شیعہ بقائمیٔ ہوش وحواس کسی سنّی بزرگ کی عقیدت میں گرفتار نہیں ہوسکتا تا آنکہ اُسے اس بات کا یقینِ کامل نہ ہو کہ وہ بزرگ حقیقت میں اندر سے "مخلص شیعہ" ہے اور بطورِ مصلحت خود کو تقیہ کی نقاب میں پوشیدہ کیے ہوئے ہے، ورنہ غور طلب بات یہ ہے کہ اگر شیعہ نواب آصف الدّولہ کو "سنّی بزرگوں" سے اتنی ہی عقیدت تھی تو اس نے اپنے قلمرو "بہرائچ" میں مشہور بزرگ "سیّد سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ اور درگاہ" پر اس طرح کی عنایت کیوں نہ کی؟ کیا اس کی سنّی رعایا میں سیّد صاحب کے عقیدت مندوں کی تعداد کم تھی؟

لہٰذا معلوم ہوا کہ اس داد و دہش کے پس منظر میں حق بہ حق دار رسید کے خیال کے علاوہ شیعی معتقدات کی بالواسطہ تشہیر و تبلیغ میں معاونت کا احساس اور جذبہ بھی کارفرما تھا۔

بہر نوع! یہ محض الزام تراشی نہیں ہے کہ "مارہرہ شریف" کے خاندانِ برکاتیہ کے مشائخ کا رجحان شیعیّت کی طرف تھا، ان لوگوں کی درپردہ شیعی ذہنیت کا اندازہ "تاریخ خاندانِ برکات" کے مرتّب شاہ اولادِ رسول محمّد میاں قادری برکاتی مارہرویؔ کے اس بیان سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ خان صاحب بریلوی کے پیر و مرشد سیّد آلِ رسول برکاتی مارہروی کے بڑے بھائی سیّد آل امام جُمّا میاں کی اولاد جو مارہرہ کے محلّہ پختہ باغ میں سکونت پذیر ہے وہ اپنی اصل کی طرف لوٹ چکی ہے اور سب کی سب آج بھی کٹّر شیعہ ہیں۔ انھوں نے اپنے خاندان کے دیگر افراد کے علی الرّغم انتہائی جرأت مندی کا ثبوت دیتے ہوئے تقیہ کا زرتار لبادہ اتار پھینکا ہے اور اب وہ اپنے اصل "آبائی مذہب" پر بہ بانگِ دُہل عمل پیرا ہیں۔ (ملاحظہ ہو: تاریخ خاندانِ برکات: صہ ۳۷) شاہ حمزہ مارہرویؔ کے عرس کے انعقاد کی ذمّہ داریاں شروع ہی سے ان کے سپرد رہی ہیں، درمیان میں انھوں نے کچھ عرصے کے لیے عرس کمیٹی کو خیرآباد کہہ دیا تھا، مگر بقول صاحب کتاب "تاریخ خاندانِ برکات" سیّد اولادِ رسول محمّد میاں برکاتی قادری مارہروی ۱۸۹۸ء میں دوبارہ یہ ذمّہ داری انہی آل امام جُمّا میاں کی شیعہ اولاد کے سپرد کردی گئی تھی اور اب پھر انھوں نے اس کام سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے۔ اس لیے اب انعقادِ عرس کی ذمّہ داریاں محمّد میاں برکاتی کے والد ماجد جناب اسماعیل حسن برکاتی مارہروی کے سپرد اور سارا انتظام ان کی اولاد کے زیرِ کنٹرول ہے۔

(تاریخ خاندانِ برکات: صہ ۲۳، سیّد شاہ اولادِ رسول محمّد میاں قادری برکاتی مارہروی)

اِس خاندان کی شیعی نظریات سے قربت اور اس میں اہلِ تشیّع کے معتقدات کے اثر و نفوذ کا پتہ اس بات سے بھی چل جاتا ہے کہ قصبہ بلگرام ضلع ہردوئی میں محلّہ "سیّدواڑہ" جو اہلِ تشیّع کا گڑھ کہلاتا تھا اور بڑی نامی گرامی شیعہ ہستیاں یہاں کی خاک میں پیدا ہوئیں، کیا یہ بات معنیٰ خیز نہیں کہ جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی کے پیر و مرشد سیّد آل رسول برکاتی مارہروی کا نکاح بلگرام کے اسی "سیّدواڑہ" کے باشندہ سیّد منتجب حسین بدلے زئی کی صاحبزادی نثار فاطمہ سے ہوا تھا اور پھر سیّد آل رسول برکاتی مارہروی

کی تیسری صاحبزادی رحمت فاطمہ جو انہی نثار فاطمہ کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں ان کی شادی اپنے ماموں زاد بھائی سیّد محمّد حیدر ابن سیّد دلدار حیدر ابن سیّد منتجب حسین سے ہوئی تھی۔ اسی طرح سیّد آلِ رسول مارہروی کے صاحبزادہ شاہ ظہور حسن (ولادت ۱۲۲۹ھ) کی پہلی شادی اکرام فاطمہ دختر دلدار حیدر ابن سیّد منتجب حسین سے ہوئی تھی، ان کے علاوہ بھی اس خاندان کی زیادہ تر رشتہ داریاں صوبہ گجرات کے جام نگر، بڑودھ، پالن پور، جونا گڑھ اور کانکواڑ کے مشہور و معروف شیعہ خاندانوں میں تھیں۔ (ملاحظہ ہو: تاریخ خاندانِ برکات: ص ۴۱ سے ۴۴ تک) چنانچہ برکاتی خاندانی نسبی اعتبار سے بھی شیعوں سے ہمرشتہ اور معاشرتی اثرات و رجحانات کے مطابق ان کے افکار و نظریات کا ہمنوا تھا....! عام طور پر شیعہ، سنّی نکاحوں کے نتیجہ میں پیدا شدہ اولاد ذہنی اعتبار سے اعتقادی بے راہ روی کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تو ایسی صورت میں ان لوگوں کی اولاد اور نسلوں کا کیا حال ہوگا جو پہلے سے خود بھی تقیہ بردار شیعہ یا اُن کی نسل تھے، ایسے خاندانوں کے خالص شیعی گھرانوں میں نکاح اور ان سے سماجی روابط اور قربتِ ماحول نے ان کے درپردہ شیعی عقائد و نظریات کو کیا کچھ جِلا نہیں بخشی ہوگی....؟؟؟؟

غرض احمد رضا خان ایک کٹر شیعہ تھا، مگر سختی سے تقیہ کیا ہوا تھا ورنہ پورے ہندوستان کے مشائخ کو چھوڑ کر ایک شیعہ خاندان میں بیعت ہونے کا کیا مطلب؟؟؟؟

احمد رضا خان نے بڑی چالاکی سے شیعہ عقائد و بدعات کو عشق کے نام پر اپنے ماننے والوں میں پھیلایا۔ علمِ غیب، حاضر ناظر، مختارِ کل، نور و بشر ان تمام عقائد کا ماخذ شیعہ کتب ہی تو ہیں۔ شیعہ نے اگر اذان میں "علی ولی اللہ" کا اضافہ کیا تو احمد رضا خان نے اذان میں صلاۃ و سلام کا اضافہ کر دیا، اگر شیعہ نے امام حسین کے نام پر دس محرّم الحرام کو تعزیہ کے جلوس نکالے اس میں گھوڑے، مزارات کی شبیہات، جھنڈے لگائے تو یہ سب کام احمد رضا خان کے ماننے والوں نے بارہ ربیع الاوّل کو جشنِ عید میلاد کے نام پر نکال کر رافضیوں کو ان کی بدعات کا جواز فراہم کیا۔ ابھی حال ہی میں جب رافضیوں نے تعلیم القرآن راولپنڈی پر حملہ کیا اور اہلِ سنّت شیعوں کے ان جلوسوں پر پابندی کے لیے متّحد ہوئے تو شیعہ نے ایک ہی مطالبہ رکھا کہ ہم جلوس بند کرنے کے لیے تیّار ہیں، مگر میلاد کے جلوس بھی بند ہوں اور بریلوی، شیعہ دونوں اپنے جلوسوں کے نام پر متّحد ہو گئے۔

اگر شیعہ کے مذہب میں مزارات کو پوجا جاتا ہے تو یہی سب کام بریلوی مذہب میں بھی ہوتا ہے، اگر شیعہ مذہب میں تیجہ، چالیسواں، برسی اہلِ بیت و بزرگوں کے نام پر ہوتا ہے تو یہی سب کچھ بریلوی مذہب میں بھی ہوتا ہے، غرض شیعہ مذہب کی کوئی ایسی بدعت کا نام بتا دیں جس کی نظیر اس بریلوی مذہب میں نہ ہو۔ یہ دونوں فرقے ایک ہی شجرۂ خبیثہ سے تعلّق رکھتے ہیں، اس پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ہمیشہ آپ کو یہ دونوں فرقے اہلِ سنّت والجماعت کے خلاف متّحد نظر آئیں گے۔ غرض احمد رضا خان بریلوی نے اہلِ سنّت ہی کے ایک گروہ کو الگ کر کے اپنا متّبع بنا کر ان میں شیعیّت کے جراثیم کو داخل کیا، یہی وجہ ہے کہ بریلوی اپنے اس "امام" کے لیے وہی عقائد رکھتے ہیں جو شیعہ اپنے "اماموں" کے لیے رکھتے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ ان کے ائمّہ بچپن ہی سے امامت کے مقام پر فائز ہوتے ہیں، یہی عقیدہ بریلویوں کا اپنے امام احمد رضا خان بریلوی کے لیے ہے، ملاحظہ ہو:

عبد المبین نعمانی احمد رضا خان کے بچپن کا ایک واقعہ لکھتا ہے:

"ابھی تقریباً ساڑھے تین برس کی عمر ہے ایک نیچا کرتہ پہنے باہر سے دولت خانہ کی طرف چلے جا رہے تھے کہ سامنے سے کچھ بازاری عورتوں (طوائفوں) کا گزر ہوا ان پر نظر پڑتے ہی ساڑھے تین برس کے امام نے۔۔۔۔ الخ۔ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر: صـ ۲۳۲)

غور فرمائیں "ساڑھے تین برس کے امام نے" کا جملہ آخر کس عقیدہ کی چغلی کھا رہا ہے؟؟؟؟

شیعہ کا اپنے ائمّہ کے بارے میں یہ دوٹوک فیصلہ ہے:

"الامام مطھر من الذنوب ومبرّء من العیوب۔۔۔ فھم معصوم مؤیّد مؤفق مسدّد قد امن من الخطاء والزلل والعثار یخصّہ اللہ لذالک لیکون حجّۃ علی عبادہ وشاھدہ علی حلقہ۔" (اصول کافی: صـ ۱۲۲-۱۲۱)

"امام ہر طرح کے گناہوں اور عیبوں سے مبرّا اور پاک ہوتا ہے، وہ ہر قسم کے عیب سے پاک اور صاف ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و توفیق اس کے ساتھ ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو سیدھا رکھتا ہے، وہ غلطی سے بھول اور لغزش سے محفوظ و مامون ہوتا ہے،

اللہ تعالیٰ معصومیت کی اس نعمت کے ساتھ اس کو مخصوص کرتا ہے تا کہ وہ اس کے بندوں پر اس کی حجت ہو اور اس کی مخلوق پر شاہد ہو۔"

امام معصوم کا یہی نظریہ بریلویوں کا اپنے امام احمد رضا خان بریلوی کے لیے ہے، ملاحظہ ہو بریلوی محدّثِ اعظم ہند کا نظریہ:

"....ہم کو اور ہمارے ساتھ سارے علمائے عرب وعجم کو اعتراف ہے کہ.... اعلیٰ حضرت کی زبان وقلم نقطہ برابر خطا کرے اس کو ناممکن فرمادیا۔" (المیزان بمبئی کا امام احمد رضا نمبر: صـ ۲۹۸)

شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے ائمّہ کا مقام انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر ہے، ملّا باقر علی لکھتا ہے:

"مرتبۂ امامت بالاتر از مرتبۂ پیغمبر است۔" (حیات القلوب: ۳/ ۲)

اور خمینی لکھتا ہے:

"انّ لائمتنا مقام لا یقررہ ملک مقرّب ولا نبی مرسل۔" (الحکومۃ الاسلامیۃ: صـ ۵۲)

بعینہٖ یہی عقیدہ بریلویوں کا احمد رضا کے متعلّق ہے، چنانچہ جمعیّت علماء پاکستان کے صدر مولانا ابوالخیر زبیر حیدر آبادی بریلوی لکھتا ہے:

"اعلیٰ حضرت کے عقیدت مند ایسے بھی ہیں جو معاذ اللہ ثمّ معاذ اللہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی بڑھ کر اور اعلیٰ سمجھتے ہیں۔" (مغفرتِ ذنب: صـ ۴۸، رکن الاسلام پبلی کیشنز، حیدر آباد)

شیعہ حضرات کا بنیادی عقیدہ تحریفِ قرآن کا ہے، وہ اس قرآن کو محرّف مانتے ہیں، ان کا ملّا باقر علی لکھتا ہے:

"وعندی انّ الاخبار من ھٰذا الباب متواترۃ معنی وطرح جمیعھا یوجب رفع الاعتماد عن الاخبار رأسا بل ظنّی انّ الاخبار فی ھٰذا الباب لا یقصر عن اخبار الامانۃ فکیف یثبتونھا بالخیر۔ (مرآۃ العقول: صـ ۵۳۷)

"میرے نزدیک تحریفِ قرآن کی روایتیں اپنے معنیٰ میں متواتر ہیں اور ان تمام روایتوں کو ترک کرنے اور بے اعتبار سمجھنے سے پورا متن حدیث بے اعتبار ہو جائے گا، بلکہ جہاں تک مجھے علم ہے تحریفِ قرآن کی روایتیں مسئلۂ امامت کی روایتوں سے کم نہیں، اگر روایاتِ تحریف کا اعتبار نہ کیا جائے تو پھر مسئلۂ امامت جو کہ روایات ہی سے ثابت ہے کیسے ثابت ہو گا؟"

احمد رضا خان نے اگرچہ قرآن کی آیتوں میں لفظاً بھی تحریف کی، مگر اہل السنّۃ کو دھوکہ دینے کے لیے اور تقیہ کی وجہ سے کھلّم کھلاّ تحریف کا اقرار تو نہ کیا مگر اس کے لیے ایک اور چال چلی کہ کنزالایمان کے نام سے ترجمۂ قرآن کا تحریف شدہ ترجمہ لکھا، اس ترجمہ کی معنوی تحریف کی تفصیل تو آپ "نورِ سنّت کے کنز الایمان نمبر" میں ملاحظہ فرمائیں البتّہ یہاں ایک اور بات کی طرف توجّہ دلانا چاہتا ہوں، اسی کنزالایمان ترجمہ کے متعلّق بریلویوں نے لکھا:

"علمِ قرآن کا اندازہ اگر صرف اعلیٰ حضرت کے اس ترجمہ سے کیجیے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں ہے اور نہ اُردو میں اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ پر لایا نہیں جاسکتا جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر در حقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اُردو میں قرآن ہے۔" (المیزان کا امام احمد رضا نمبر: صہ ۲۴۵)

غور فرمائیں قرآن تو معجزہ ہے، اس کا تو دنیا کے تمام بلغاء کو یہ چیلنج ہے کہ

"فأتوا بسورة من مثله"

مگر یہاں یہ باوَر کرایا جا رہا ہے کہ "اُردو زبان میں قرآن" لکھا گیا ہے، اگر چودھویں صدی کا ایک عجمی اپنی زبان میں قرآن لکھ سکتا ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم جو فصحاء و بلغاء کے سردار تھے وہ عربی زبان میں قرآن کیوں نہیں لکھ سکتے؟ شیعہ نے کیا کہا تھا کہ معاذ اللہ اس قرآن میں بہت کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی طرف سے ملا دیا، غور فرمائیں ان کے لیے در پردہ کیسے راہ ہموار کی گئی کہ اگر اُردو میں قرآن لکھنا ممکن ہے تو عربی میں یہ کمال کیوں نہیں سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ میرے بھولے بھالے بھائیو! ذرا سوچو! سنّیت کی

آڑ میں تمھارے ساتھ کیسا مذموم کھیل کھیلا جارہا ہے مگر تمھیں خبر بھی نہیں۔

یہی احمد رضا خان اپنے ایک چیلے سیّد محمّد کچھوچھوی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"امام احمد رضا.... کے ترجمہ کا ابتدائی حصّہ دیکھ کر فرمایا تھا کہ شہزادے اُردو میں قرآن لکھ رہے ہو۔" (جامِ نور کا محدّثِ اعظم نمبر: صـ ۶، ۲۸، ومقدّمہ تفسیرِ اشرفی: ۱/ ۱۵ بحوالہ جامِ نور کا محدّثِ اعظم نمبر: صـ ۵۷)

العیاذ باللہ! اگر آج اُردو میں قرآن لکھا جاسکتا ہے، یہ عجمیوں کا کمال بن سکتا ہے تو کل کو شیعہ یہ کہہ دے کہ ابوبکر و عمر نے بھی مدینہ میں بیٹھ کر عربی میں فصیح و بلیغ قرآن لکھ کر امّت کے سامنے پیش کر دیا تو آپ کس منہ سے ان کی بات ردّ کر سکیں گے؟؟؟؟

آپ ذرا احمد رضا خان کے خاندان کے افراد کے ناموں پر صرف نظر ڈال لیجیے:

"کاظم علی خان (پردادا)

رضا علی خان (دادا)

نقی علی خان (والد)

مہدی علی خان (نقی علی خان کے بہنوئی)

حسینی خانم (احمد رضا کی والدہ)

حسنین رضا خان (احمد رضا خان کے بھتیجہ و داماد)

مصطفائی بیگم (احمد رضا خان کی بیٹی)

کنیز حسن (احمد رضا خان کی بیٹی)

کنیز حسین (احمد رضا خان کی بیٹی)

کنیز حسنین (احمد رضا خان کی بیٹی)

مرتضائی بیگم (احمد رضا خان کی بیٹی)

حسین رضا خان (بھتیجہ و داماد)

مجتبائی بیگم، مقتدائی بیگم (پوتیاں)

جعفر علی خان (کاظم علی خان کے بیٹے)

تقی علی خان (کاظم علی خان کے بیٹے)

غور فرمائیں کیا ہندوستان کے کسی معروف سنّی گھرانے کے افراد کے نام بھی کیا آپ نے اسی ترتیب پر شیعوں کے ناموں پر پڑھے یا سنے؟ جواب ہوگا، بالکل نہیں۔ فیضانِ اعلیٰ حضرت صـ ۱۰۹ پر احمد رضا خان کا موجود سجّادہ نشین تک پورا شجرۂ نسب دیا گیا ہے، کہیں بھی آپ کو شیعہ حضرات کی طرف سے رکھے جانے والے ان ناموں کے مقابلے میں ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہم کا نام نظر نہیں آئے گا۔ سیّد ظہیر الدّین خان قادری بریلوی نوری انہی ناموں کو دیکھ کر اپنے بریلویوں کو مشورہ دیتا ہے:

"اسی طرح اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے خاندان شریف کا ذکر قلم بند کرتے ہوئے حیاتِ اعلیٰ حضرت کے مصنّف نے سخت ٹھوکر کھائی ہے، انھوں نے شجرۂ نسب اس طرح لکھا ہے: "احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی (حیاتِ اعلیٰ حضرت: صـ ۲)" چونکہ حسنِ اتّفاق یا سوئے اتفاق سے نقی علی رضا علی کاظم علی جیسے نام سنّیوں میں رائج نہیں، بلکہ عموماً شیعہ حضرات ہی کے یہاں اس طرح کے نام ہوتے ہیں۔ کوئی بھی شخص شک میں پڑ سکتا ہے کہ کیا معاذ اللہ! اعلیٰ حضرت شیعہ خاندان کے پروردہ تھے؟؟؟؟ لہٰذا بہتر یہ تھا کہ شجرۂ نسب نہ دیا جاتا، آئندہ ہر سوانح نگار اس امر کو ذہن میں رکھے اور والد، دادا، پردادا کے نام پیش ہی نہ کرے یا پھر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم یا اولیائے کرام رحمہم اللہ میں سے چند حضرات کے ایسے ناموں کی نشاندہی کی جائے تاکہ شیعیّت کا الزام نہ ڈالا جا سکے۔" (علمائے اہلِ سنّت سے روحِ اعلیٰ حضرت کی فریاد: صـ ۳، مطبوعہ کانپور)

ذرا شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ ملاحظہ فرمالیں:

"ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا صفتِ خدا نہیں بلکہ صفتِ محمّد و آلِ محمّد علیہم السّلام ہے اور ان ذواتِ قدسیہ کو حاضر و ناظر کہنا ایمان ہے کفر نہیں۔" (جلاء العیون: ۲/ ۸۳)

"محمّد و آلِ محمّد علیہم السّلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں.... خدا کو ہر جگہ حاضر ناظر کہنا بے دینی ہے۔" (جلاء العیون: ۲/ ۸۵)

اب ذرا بریلوی حکیم الامّت احمد یار گجراتی کا عقیدہ بھی ملاحظہ ہو:

"ہر جگہ میں حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہر گز نہیں....خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے، ہر جگہ میں ہونا تو رسولِ خدا ہی کی شان ہو سکتی ہے۔" (جاء الحق: صـ ۱۶۸-۱۶۲)

اب ذرا اعلیٰ حضرت کو بھی پڑھ لیں:

"سوال: خدا کو ہر جگہ حاضر ناظر کہنا کیسا ہے؟ الجواب: اللہ عزّوجلّ جگہ سے پاک ہے، یہ لفظ بہت بُرے معنیٰ کا احتمال رکھتا ہے اس سے احتراز (بچنا) لازم ہے۔" (فتاویٰ رضویہ: ۱۴/ ۶۴۰، بحوالہ کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب: صـ ۵۷۲، از الیاس عطّاری، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

شیعہ حضرات اپنے ائمّہ اور نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ نور ہیں اور یہ ذواتِ مقدسہ مکّہ معظّمہ میں لباسِ بشر میں تشریف لائے۔ (جلاء العیون: ۲/ ۶۲)

یہی عقیدہ احمد رضا خان بریلوی اور اس کے ماننے والوں کا ہے کہ نبی حقیقت میں نور ہیں لباسِ بشریت میں آئے۔

علمِ غیب خاصہ خداوندی ہے، مخلوق سے نفی علمِ غیب کی آیات واحادیث کے متعلّق شیعہ کہتا ہے:

"جن آیات میں نفی کی گئی ہے وہ ذاتی علم ہے یعنی میں بالذّات علم الغیب نہیں رکھتا بلکہ اللہ نے بتایا ہے، دوسرے کُل علم یہ اللہ کا ہے میرے پاس جزء علم ہے، تیسرے بطورِ انکسار اور چوتھی میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں الغیب جانتا ہوں لہٰذا دعویٰ کی نفی ہے علم الغیب کی نفی نہیں ہے۔" (جلاء العیون: ۲/ ۷۵، از باقر مجلسی)

اب مفتی احمد یار گجراتی کو بھی پڑھ لیں:

"جن آیات واحادیث یا اقوالِ فقہاء میں حضور علیہ السلام کے علم غیب کی نفی ہے اُن میں یا تو ذاتی علم مُراد ہے یا تمامی معلومات یعنی ربّ تعالیٰ کے معلومات کی برابر عطائی علم کی نفی ہے۔" (جاء الحق: صـ ۹۵)

"اِس آیت کی چار توجیہیں مفسّرین نے کی ہیں: اوّلاً یہ کہ علمِ غیب ذاتی کی نفی ہے، دوّم

یہ کہ کُل علم کی نفی ہے، تیسرے یہ کہ کلام تواضع اور انکسار کے طور پر بیان فرمادیا گیا ہے، چہارم یہ کہ آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں غیب جانتا ہوں یعنی دعویٰ علمِ غیب کی نفی ہے نہ کہ علمِ غیب کی۔" (جاء الحق: صـ ۹٦)

اِن موضوعات پر آپ رضا خانیوں اور رافضیوں سے گفتگو کرلیں دونوں کا عقیدہ، مزاج اور طرزِ استدلال آپ کو ایک ہی ملے گا۔

بریلوی محدّثِ اعظم پاکستان سردار احمد کا مُرید دارالعلوم محمّدیہ رضویہ قادریہ گجرات کا مہتمم شیعوں کے عقائد کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ ائمّہ کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں:

"وہ خداوندی صفات واختیارات کے بھی حامل ہیں اور عالم ما کان وما یکون میں کوئی چیز اُن سے مخفی نہیں، اُن کو اختیار ہے کہ جس چیز یا جس عمل کو چاہیں حلال یا حرام قرار دے دیں، کائنات کے ذرّہ ذرّہ پر اُن کو کُن فیکونی اقتدار حاصل ہے، دنیا اور آخرت ان کی ملکیت ہے جس کو چاہیں دے دیں اور بخش دیں، اُن کی موت اُن کے اختیار میں ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ ائمّہ کے بارے میں سب کچھ ماننے کے بعد نہ صرف عقیدۂ ختمِ نبوّت ختم اور بے معنیٰ ہوجاتا ہے۔" (سنّی شیعہ بھائی بھائی کیسے؟: صـ ٦٠)

کیا یہی تمام عقائد رضا خانیوں کے نہیں؟ معلوم ہوا کہ احمد رضا خان رافضی نے یہ تمام عقائد شیعوں سے مستعار لے کر اہلِ سنّت میں پھیلائے، یہ بھی معلوم ہوا کہ جب ان عقائد سے ختمِ نبوّت کا انکار ہوتا ہے تو احمد رضا خان نے یہ عقائد پھیلا کر اپنے بھائی مرزا غلام احمد کادیانی کے لیے راہ ہموار کی۔

نہ صرف عقائد بلکہ بدعات کے معاملہ میں بھی احمد رضا خان نے تقیہ کی آڑ میں شیعیّت کے لیے راہ ہموار کی، شیعہ تعزیہ میں جلوس نکالتا ہے، ماتم کرتا ہے اس کے مقابلہ میں احمد رضا اور اس کے ماننے والوں نے میلاد اور اس کے جلوس کا مطالبہ کیا تاکہ شیعہ کے جلوس پر اعتراض ہو تو فوراً میلاد کے جلوس پر سوال اٹھے، چنانچہ راولپنڈی میں تعلیم القرآن کے سانحہ کے بعد جب ماتمی جلوس پر پابندی کا مطالبہ اٹھا اور حکومت سنجیدہ نظر آئی تو فوراً شیعہ نے کہا کہ پھر میلاد کے جلوس پر بھی پابندی ہو اور بریلوی پوری طرح میدان میں آگئے، چنانچہ شیعہ کو بچالیا گیا۔ اذان میں اگر اُس نے "علی ولی اللہ" کا اضافہ کیا تو اِس

نے صلاۃ وسلام کا، دلیل پوچھو تو جواب ملے "منع کہاں ہے تم درود کے منکر ہو۔" چنانچہ یہی بہانہ شیعہ نے بنایا کہ "منع کہاں ہے تم علی کی ولایت کے منکر ہو۔" اِسی پر دیگر بدعات کو قیاس کرلیں۔

پاکستان میں جب بھی دیوبندی شیعہ تنازعہ کھڑا ہوا تو آپ کو بریلوی شیعہ اسٹیج پر انُ کی حمایت میں کھڑے ملیں گے۔

شیعہ حضرات کے دل میں امّ المومنین امّاں عائشہ طیّبہ طاہرہ عفیفہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو بغض، کینہ، حسد ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں، معروف شیعہ عالم ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ:

"جب ہمارا بارہواں امام آئے گا تو عائشہ کے گناہوں کے سبب ان کو ان کی قبر سے نکال کر حد جاری کرے گا۔" (حیات القلوب اردو: ۲ / ۹۰۲، امامیہ کتب خانہ لاہور) استغفر اللہ۔

مقبول دہلوی رافضی لکھتا ہے کہ:

"عائشہ فاحشہ مبیّنہ کی مرتکب تھیں۔" (قرآن مترجم: صـ ۸۴۰، افتخار بک ڈپو) معاذ اللہ

اسی طرح غلام حسین نجفی رافضی لکھتا ہے کہ:

"عائشہ امریکن میم اور یورپین لیڈی کی طرح تھیں۔" (حقیقت فقہ حنفیہ: صـ ۶۴، جامعۃ المنتظر ماڈل ٹاؤن لاہور) ۔ العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی نے تقیہ باز کٹّر شیعہ ہونے کی وجہ سے امّاں عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فاحشہ مبیّنہ اور امریکن میم و یورپین لیڈی کے اسی رافضی تصوّر کو اپنے اشعار میں اس طرح بیان کیا:

قصیدہ در مناقب شریفہ امّ المومنین صدیقہ رضی اللہ عنھا

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابھار — مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن مرے دل کی صورت — کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینۂ و بر

(حدائق بخشش: ۳ / ۳۷، کتب خانہ اہلسنت ریاست پٹیالہ)

یعنی امّاں عائشہ رضی اللہ عنہا اتنا تنگ و چست لباس پہنتی تھیں کہ قبا (قمیص) سر سے کمر تک بالکل

کھینچی ہوئی تھی۔گویا ایسا چست لباس کہ ابھی پھٹا کہ ابھی پھٹا اس چست لباس میں ان کے سینے کے ابھار کپڑوں سے باہر ہوئے جاتے تھے، جس کی خوبصورتی دیکھ کر میرا دل بھی ان کی قمیص کی طرح پھٹا جارہا تھا۔استغفر اللہ، العیاذ باللہ، نقلِ کفر کفر نہ باشد۔

یا اللہ، گواہ رہ! امّاں جی میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اس لیے کہ کوئی بیٹا یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی ماں کو جو گالیاں دی جائیں اسے سرِ عام اس طرح بیان کرے، وہ گالیاں جس کو نوکِ قلم پر لاتے ہوئے ہاتھوں پر لرزہ طاری ہے، قلم بار بار ساتھ دینے سے انکار کر رہا ہے، جسے سمندر میں ڈال دیا جائے تو اس کی غلاظت سے سمندر کڑوا ہو جائے، آسمان دیکھ لے تو پھٹ جائے، جس کے تعفّن سے زمین پر جنّ وانس، چرند و پرند کے دَم گھُٹنے کو ہے۔خدا کی قسم! اگر سادہ لوح عوام کو ان تقیہ باز رافضی اور نام نہاد اہل السّنۃ کا اصل چہرہ دکھانا مقصود نہ ہوتا تو میں کبھی ان غلیظ عبارات و اشعار کو نوکِ قلم پر نہ لاتا۔

کون امّاں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!! وہ امّاں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے مقدّس گھر میں مدفون ہونے کے لیے دروازہ کے باہر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی میّت بھی اور سیّدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی میّت بھی اجازت طلب کرتی ہے....کون امّاں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!! وہ امّاں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر کے صحن میں ایک طرف افضل الناس بعد الانبیاء صدیق اکبر اور دوسری طرف مرادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عمر فاروق رضی اللہ عنہ آسودۂ خاک ہیں....کون امّاں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!! وہ امّاں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر سے بروزِ قیامت نبیوں کا سرتاج صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آیت من آیات اللہ سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جلوہ افروز ہوں گے....کون امّاں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!! وہ امّاں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر کو ربّ نے زمین ہی پر جنّت کا ٹکڑا بنا دیا ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنّۃ.... کون امّاں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!! وہ امّاں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر پر روزآنہ ستّر ہزار فرشتے درُود و سلام پڑھنے کے لیے نازل ہوتے ہیں....کون امّاں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!! وہ امّاں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر میں اللہ کے محبوب نے آخری سانس لی....کون امّاں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!! وہ امّاں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر کو ربّ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آخری آرام گاہ کیلئے منتخب کرلیا....کون امّاں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!! وہ امّاں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر کو نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمِ اطہر سے مس ہونے والے آخری پانی جذب کرنے کی سعادت حاصل ہوئی....کون امّاں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!!

وہ امّاں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر کے در و دیوار جبرئیل علیہ السلام اور وحی الٰہی کے نزول کے شاہد و ناظر ہیں....کون امّاں عائشہ؟ ہاں ہاں!!!! وہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے گھر کے صحن کی وہ مٹی جو نبیؑ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کو چھو رہی ہے عرش سے بھی افضل و اکرم ہے۔

یارو!!!! مکان کی عزت مکین سے ہوتی ہے!!!! اور جس ہستی کے گھر کا یہ مقام و رتبہ ہو وہ ذاتِ مقدّسہ خود عزّت، رفعت، عظمت، بلندی اور پاکیزگی کے کس مقام و مرتبہ پر فائز ہوگی اس کا فیصلہ خود کرلو!!!! مگر ہائے! اس ذاتِ مقدّسہ کے بارے میں ایک ظالم کہتا ہے کہ جب بارہواں امام آئے گا تو اسے زندہ کرکے اس کے کرتوتوں کے سبب اس پر حد جاری کرے گا، معاذ اللہ! اور دوسرا بے ایمان کہتا ہے کہ مسلمانوں کی ماں عائشہ ٹیڑی اور ایسا تنگ و چست لباس پہنتی کہ ان کے ابھرے ہوئے سینے دیکھ کر عاشقوں کا دل پھٹ جاتا ایسے بے ایمانوں کے خلاف میں آواز اٹھاؤں!!!! میں درد کے مارے چیخوں!!!! میں صدائے احتجاج بلند کروں!!!! تو مجھے کہتا ہے کہ چپ ہوجا!!!! فرقہ واریت نہ پھیلا!!!! نہ، نہ، خدا کی قسم! ماں کو سرِعام گالیاں دی جائے، اس پر فخر کیا جائے!!!! اس بے حیائی پر بے غیرت بیٹا تو چپ رہ سکتا ہے غیرت مند بیٹا نہیں!!!! جا تجھے بے غیرتی مبارک!!!! مجھے غیرت مبارک!!!!

ان اشعار سے رضاخانیوں کی گلوخلاصی کی ناکام کوشش

تاویل نمبر ۱: حدائق بخشش حصہ سوّم اعلیٰ حضرت کا نہیں ہے۔

جواب: یہ حصّہ احمد رضا خان بریلوی ہی کا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر حامد علی بریلوی لکھتے ہیں:

”آپ کا تخلص رضاؔ تھا آپ کا نعتیہ دیوان ”حدائق بخشش“ کے نام سے تین حصّوں میں شائع ہوچکا ہے اور تین چار ایڈیشن نکل چکے ہیں۔“ (المیزان امام احمد رضا نمبر: صہ ۴۴۷)

پروفیسر مسعود احمد جو کہ ماہرِ رضویات شمار کیے جاتے ہیں اور رضاخانی تو انہیں اس صدی کا مجدّد بھی کہتے ہیں لکھتے ہیں:

”اب تک دیوانِ حدائق بخشش کو مولانا بریلوی کے سارے کلام کا مجموعہ سمجھا جاتا ہے مگر

یہ صحیح نہیں...."(حیات مولانا احمد رضا خان: صـ ۱۵۵)

آگے لکھتے ہیں:

"مولانا بریلوی کے انتقال کے بعد بدایوں سے حدائق بخشش حصہ سوئم کے نام سے ایک مجموعہ شائع ہوا ہے، جس میں مولانا بریلوی کا اردو، فارسی اور عربی کلام شامل ہے۔" (حیات مولانا احمد رضا خان: صـ ۱۵۶)

مولانا مصطفیٰ رضا خان ابن مولانا احمد رضا خان کے خلیفہ علّامہ عبد الستار ہمدانی صاحب کی کتاب میں واشگاف الفاظ میں یہ گلہ موجود ہے:

"حدائق بخشش تین حصوں پر مشتمل ہے تیسرے حصہ کی اشاعت کسی بے بنیاد عارض کی وجہ سے رکی ہوئی ہے....حدائق بخشش تیسرے حصہ کی عدمِ اشاعت کا کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا جب کہ امام احمد رضا خان کی شاعرانہ عظمتوں کا صحیح اظہار اسی تیسرے حصہ سے ہوتا ہے....معاف کیجیے گا میں علمائے کرام کا مخالف نہیں ہوں، ہم انھیں انتہائی ادب واحترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور انھیں زمین پر نزولِ رحمتِ الٰہی کا سبب جانتے ہیں، لیکن ہمارے علماء شعر کو بھی فقہ کے پیمانے پر ناپتے ہیں جب کہ شاعری میں بہت ساری رعایتیں اور سہولتیں ہوتی ہیں جو بات ہم نثر میں نہیں کہہ سکتے نظم میں اس کا اظہار آسانی سے کیا جاسکتا ہے....حدائق بخشش حصہ سوّم میں کوئی شرعی قباحت نہیں جس قباحت کا اقرار واعلان کیا جارہا ہے وہ خالص ذہن کی پیداوار ہے جس قصیدے کے اشعار پر اعتراض کیے گئے ہیں ان اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں اگر اُسی وقت اہلِ فن سے رجوع کیا جاتا تو بات قطعی آگے نہیں بڑھتی۔" (عرفانِ رضا در مدحِ مصطفیٰ: صـ ۱۹، الاعظمیہ پبلی کیشنز لاہور)

اس حوالے کے بعد ان لوگوں کو یقیناً ڈوب مرجانا چاہیئے۔ حدائق بخشش حصہ سوّم کو احمد رضا خان کی شاعری کا مجموعہ تسلیم کرنے سے منکر ہیں، نیز بریلوی مولوی کی یہ عبارت: ''ہمارے علماء شعر کو بھی فقہ کے پیمانے پر ناپتے ہیں جب کہ شاعری میں بہت ساری رعایتیں اور سہولتیں ہوتی ہیں جو بات ہم نثر میں

نہیں کہہ سکتے نظم میں اس کا اظہار آسانی سے کیا جاسکتا ہے" ان تقیہ باز رافضیوں کی دلی سیاہی کا منہ بولتا ثبوت ہے، کیا کوئی رضاخانی مجھے یہ اجازت دیتا ہے کہ میں یہی اشعار اس کی ماں کے متعلق نثر میں نہیں نظم میں کہوں؟ کچھ تو شرم کرو!!!!

تاویل ۲: کتاب تو احمد رضا خان کی ہے مگر یہ اشعار ان کے نہیں۔

جواب: یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، پوری کتاب ان کی ہو اور چند مخصوص اشعار کسی اور کے ہیں آخر اس پر دلیل کیا ہے اور اس کا ثبوت کیا ہے؟ اس مجموعہ کے مرتّب مولوی محبوب علی خود لکھتا ہے کہ میں نے یہ اشعار فاضل بریلوی کی:

"پرانی قلمی بوسیدہ بیاض سے نہایت احتیاط سے نقل کیے۔" (ماہنامہ سنّی لکھنؤ ذوالحجّہ ۱۳۷۴ھ)

اسی طرح لکھتے ہیں:

"مجھے اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کچھ کلام جو اب تک چھپا نہیں ہے بڑی کوشش و جانفشانی سے بریلی شریف و سرکار مارہرہ مطہرہ و پیلی بھیت و رامپور وغیرہ وغیرہ مختلف مقامات سے دستیاب ہوا جو آج برادرانِ اہل سنّت کی خدمات میں "حدائق بخشش حصّہ سوّم" کی شکل و صورت میں پیش کر رہا ہوں۔" (حدائق بخشش حصہ سوّم: صہ ۱۰، فیصلہ مقدّسہ: صہ ۴، دارالنور لاہور)

یہ محبوب علی رضوی کوئی معمولی آدمی نہیں، معروف بریلوی مولوی مشتاق نظامی اسی محبوب رضوی کے متعلق لکھتا ہے:

"محبوبِ ملّت، شیخ طریقت، مفتی بمبئی، عالم با عمل حضرت مولانا الحاج محمد محبوب علی خان قادری۔" (سوانح شیر بیشہ سنّت: صہ ۸، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

مولوی مصطفیٰ رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ مولوی محبوب علی نے:

"اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا انھیں منقبتِ سیّدنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا میں لکھنا سمجھا اعلیٰ حضرت کا سمجھ کر ان پر اعتماد کر کے انھیں اسی جگہ ثابت رکھا اور اسے اعلیٰ حضرت کے

علم وادب وتقدّس وحمیّت وغیرت کے منافی نہ جانا اور شعراء کی شاعری کی طرح سمجھ کر اور اعلیٰ حضرت کے علم وعمل پر بھروسہ کرکے اسے جائز جان کر یہی رہنے دیا۔" (فیصلہ مقدّسہ: صـ ۳۵)

استغفر اللہ! خود بیٹا اقرار کررہا ہے کہ مرتّب نے ان اشعار کو احمد رضا خان ہی کا سمجھا ان کی غیرت وحمیّت کے خلاف نہ جانا اور شعراء کی شاعری کی طرح ان کے علم وعمل پر بھروسہ کرکے اسے جائز جان کر ان اشعار کو یہی رہنے دیا۔ الولد سرّ لابیہ بیٹے کو بھی معلوم تھا اور مرید بھی جانتا تھا کہ میرا باپ اور پیر خالص رافضی ہے اس کا تو امّاں جی کے متعلق عقیدہ یہی ہے اس لیے ان گندے اشعار کو اعلیٰ حضرت کی غیرتِ علم وعمل کے منافی نہ جانتے ہوئے یہی رہنے دیا۔ یہاں "علم وعمل" کے لفظ پر بار بار غور کریں، گویا جناب احمد رضا خان صاحب کا امّاں جی کے متعلق کل "علم" یہی تھا جن کو ان اشعار میں بیان کیا اور "عمل" بھی یہی تھا، گویا یہ گالیاں صرف ان اشعار کی صورت میں نہ دی گئی تھیں ان کا تو روز کا عمل ومعمول ہی یہی تھا۔ کیا اب بھی اس آدمی کے رافضی ہونے میں کوئی شک رہ جاتا ہے؟؟؟؟

تاویل ۳: کتاب بھی ان کی ہے اشعار بھی ان کے ہیں مگر یہ اشعار کسی اور جگہ کے ہیں، کاتب نے یہاں لکھ دیے۔

جواب: بریلویوں کے پاس یہ سب سے آسان نسخہ ہے کہ جب کسی کفر وگستاخی سے جان چھڑانی ہو تو کہہ دو کہ کاتب وہابی تھا کاتب بدمذہب تھا اس نے یہ حرکت کی، گویا ان نامرادوں کو پورے پاک وہند میں اپنی کتابیں چھاپنے کے لیے بزعمِ خود صحیح العقیدہ کوئی کاتب دستیاب نہیں ہوتا۔ اگر یہ کاتب کی غلطی ہے تو آخر وہ کاتب کہاں ہے؟؟؟؟ اس کے خلاف کیا تادیبی کاروائی کی گئی؟؟؟؟

پروفیسر مسعود کے ابّا حضور مفتی مظہر اللہ دہلوی اس کو کاتب کی غلطی ہی تسلیم نہیں کرتے ملاحظہ ہو:

"میرے نزدیک زید بھی اس ناپاک الزام سے بری ہے اور کاتب بھی۔" (فتاویٰ مظہری: صـ ۴۰۳، ادارہ مسعودیہ ناظم آباد کراچی)

آپ کا مفتیٔ اعظم دہلوی تو لکھتا ہے کہ کاتب بھی اس الزام سے بری ہے تو ہم آپ کو سچّا جانیں یا آپ کے مفتی اعظم کو!!!! نیز ما قبل میں یہ حوالہ گزر چکا ہے کہ اس حدائق بخشش حصہ سوّم کے تین چار ایڈیشن نکل

چکے ہیں، آپ کوئی ایک ایسا ایڈیشن بتاؤ جس میں کاتب کی اس غلطی کو درست کر دیا گیا ہو بلکہ مفتی مظہر اللہ دہلوی تو یہاں تک لکھتا ہے:

"اہل سنّت کی نظروں سے یہ اشعار یقیناً گزرے، لیکن انھوں نے خاموشی اس لیے اختیار کی کہ ان کو بھی پتہ تھا کہ یہ اشعار ہرگز اعلیٰ حضرت کے نہیں ہیں.... بلکہ کاتب کی غلطی ہیں.... اگر میری اس بات کو نہیں مانو گے تو صرف محبوب علی پر کیوں طعن و تشنیع؟ پھر سب اہل سنّت پر کرو جو اس گناہ میں برابر کے شریک ہیں کہ اشعار پڑھ لینے کے بعد بھی انھوں نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔" (فتاوی مظہری: صـ ۳۹۲، ادارہ مسعودیہ ناظم آباد کراچی)

پروفیسر مسعود صاحب کے والد صاف لفظوں میں اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ یہ اشعار نام نہاد اہل سنّت کی نظروں سے گزرے ہیں اور انھوں نے اس پر خاموشی اختیار کی اس لیے یا تو کاتب اور مرتّب کو معاف کرو یا سب کو اس گناہ میں شریک تسلیم کرو یعنی اگر میں نے چوری کر لی تو کیا ہوا کل تم نے بھی تو کی تھی۔ ان گندے اشعار پر رضاخانیوں کی خاموشی اور بے حسی کو اس انداز میں بیان کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ یہ اشعار کسی کاتب یا بدمذہب کی کارستانی نہیں بلکہ ان رضاخانیوں کا امّ المومنین کے بارے میں وہ اجماعی اور جماعتی سطح کا عقیدہ ہے جس کو یہ تقیہ کے سبب اپنے دل میں چھپائے بیٹھے ہیں اور جس کی ترجمانی ان کے سربراہ و بانیٔ مذہب جناب احمد رضا خان بریلوی نے اپنے ان اشعار کی صورت میں کی۔

مجھے کوئی بتائے کہ اگر آج یہی اشعار کوئی مولوی احمد رضا خان کی بیٹی یا بیوی.... یا کسی بریلوی ملّاں کی بہو بیٹی کے بارے میں لکھ کر کسی اخبار یا رسالے یا کتاب میں شائع کر دے.... تو کیا بریلوی آسمان سر پر نہیں اٹھائیں گے....؟؟؟؟ کہ ہائے ہائے گستاخی کر دی.... یا تینتیس (۳۳) برس تک خاموش اور بے حس رہیں گے....؟؟؟؟ مگر افسوس! امّ المومنین کی گستاخی پر خاموشی، کیا سنّیوں کی غیرت وحمیّت مر چکی ہے....؟؟؟؟

اگر کل کو کوئی کہے:

"میں نے احمد رضا خان کی بیوی کو بازارِحسن میں مذکورہ صورت میں دیکھا اور مست ہوگیا یا سردار احمد کی والدہ یا امجد علی اعظم گڑھی کی ہمشیرہ یا مولوی حشمت علی رضوی کی بیٹی یا ابو البرکات وابوالحسنات کی والدہ یا نعیم الدّین مرادآبادی کی بیٹی یا عبدالحامد بدایوانی کی بیوی یا سعید کاظمی کی بیٹی یا احمد یار گجراتی ،یا مصطفیٰ رضا خان کی بہن ،مولوی الیاس قادری یا مفتی مظہر اللہ دہلوی کی بہنوں بیٹیوں اور بیویوں کو اس حالت میں دیکھا کہ....ان تمام بریلوی ملاّؤں کی ماں، بہنوں ،بیٹیوں کو سینہ تان کر بازارِحسن میں گھومتے ہوئے میں نے دیکھا اور میں عاشق ہوگیا...تو بریلوی اس کو برداشت کریں گے....اور یہ بے ایمان تینتیس (۳۳) برس تک اس وجہ سے خاموش اور بے حس رہیں گے کہ یہ تو کاتب کی غلطی ہے کوئی مسلمان اس قسم کی بکواس کسی کی ماں بہن کے بارے میں کیسے کرسکتا ہے...؟؟؟؟اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو تمام کائنات کے سردار کی زوجۂ محترمہ کی اس توہین پر مجرمانہ خاموشی کیوں...؟؟؟؟ رضاخانیوں کی غیرت کہاں مر گئی تھی...؟؟؟؟ اور اس بے حمیّتی پر عاشق رسول ﷺ ہونے کا دعوی کیسا....!!!!

یہی نہیں شقاوتِ قلبی کا اندازہ تو اس سے لگائیں کہ یہی مفتی مظہر اللہ دہلوی اپنے اعلیٰ حضرت کے دفاع میں ناموسِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سودا اس طرح اپنے فتوے میں کرتے ہیں:

"....اب کونسا اشکال باقی رہ گیا جس کی وجہ سے یہ کہا جائے کہ اس معمولی غلطی کو جو شرعاً قابل گرفت بھی نہیں، ان کی ذاتِ کریمہ (یعنی حضرت امّ المومنین رضی اللہ عنہا.... از ناقل) معاف نہ فرمائے گی اور فرض کیجیے کہ وہ معاف نہ فرمائیں گی تب بھی مسلمانوں کو اس سے کیا علاقہ کہ یہ معاملہ ایک خطا کار بچّہ کا اور اس کی مشفقہ ماں کا ہے۔" (فتاوی مظہری: صـ ۳۸۸،ادارہ مسعودیہ ناظم آباد کراچی)

قارئین کرام!غور فرمائیں کتنی بڑی گستاخی ہے کہ اے مسلمانو!اگر مولوی احمد رضا خان نے یہ بکواس کر بھی دی تو تم کو کیا تکلیف ہے؟ یہ سمجھو کہ ایک خطا کار بچّہ اور مشفقہ ماں کا معاملہ ہے وہ معاف کر دیں

گی۔معاف کیجیے گامفتی صاحب! یہ مولوی احمد رضا خان جیسے نتھو خیرے کی ماں کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ سوا ارب مسلمانوں کی ماں کا معاملہ ہے، حضرت عمر فاروق، عثمان غنی و علی اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ماں کا معاملہ ہے۔غور فرمائیں! کل کو اگر کوئی بدبخت اس سے بھی بڑی بڑی گالیاں ازواجِ مطہّرات کو دے اور جواب میں کہے کہ تمہارا کیا کام؟ میں اور میری مشفقہ ماں جانے....اور دلیل میں یہ فتویٰ دے تو رضا خانیوں کے پاس سوائے منہ کالا کرنے کے اور کیا رہ جائے گا!!!!

حقیقت یہ ہے کہ یہ اشعار نہ صرف مولانا احمد رضا خان کے اپنے ہیں، بلکہ تمام رضا خانیوں کا عقیدہ امّ المومنین کے بارے میں یہی ہے، ان لوگوں کو یہ تاویلات کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ جب علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کی نظروں سے یہ اشعار گزرے اور ان اشعار کے خلاف احتجاج بڑھنے لگا (انوار رضا: صہ ۵۴۴) عوام اٹھ کھڑی ہوئی (انوارِ رضا: صہ ۵۴۴) اور اس احتجاج میں ایک مسلمان قتل ہوگیا (المیزان کا امام احمد رضا نمبر: صہ ۴۳۶) اور جب مطالبہ کیا جانے لگا کہ اس کتاب کو شائع کرنے والے مولوی محبوب علی رضوی کو امامت سے معزول کیا جائے (انوارِ رضا: صہ ۵۴۴) تو آخر کار رضا خانیوں نے خاموشی اور بے حسی کا قفل توڑا اور مولوی محبوب علی رضوی کی امامت بچانے کے لیے سارا ملبہ نامعلوم کاتب کے سر ڈال کر مولوی صاحب کی طرف سے طوعاً و کرہاً توبہ شائع کرائی گئی۔

تاویل ۴: یہ کتاب اگر احمد رضا خان کی ہوتی تو ان زندگی میں شائع ہوتی۔

جواب: یہ کتاب احمد رضا خان ہی کی ہے ماقبل میں ناقابل تردید دلائل گزر چکے ہیں اور ان کی زندگی ہی میں مرتّب ہوئی۔ چنانچہ سرورق پر صاف ۱۳۲۵ھ لکھا ہوا ہے اور شائع بھی احمد رضا خان کی وفات کے صرف دو سال بعد ہوئی ہے۔رہی یہ بات کہ جو کتاب احمد رضا خان کی زندگی میں شائع نہ ہوئی ہو وہ احمد رضا خان ہی کی نہیں تو اس طرح تو احمد رضا خان کی آدھی سے بھی زائد کتب سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔احمد رضا خان کی کتابوں کی جو خیالی فہرست رضا خانیوں نے شائع کی ہے ان میں سے آدھی سے زائد کتب آج تک کسی کو دیکھنا نصیب نہ ہوئیں، میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاتا صرف فتاویٰ رضویہ کی مثال دیتا ہوں کہ رضا خانیوں کے نزدیک احمد رضا خان کا سب سے بڑا کارنامہ اس کی فتاویٰ رضویہ ہے یہ بھی اس کی زندگی میں مکمل شائع نہ ہوا، بلکہ اس کی وفات کے کئی سال بعد تک اس کی صرف پانچ جلدیں

شائع ہوئی تھیں اور بقول مفتی اقتدار خان نعیمی کے کہ اس کتاب کی کئی جلدیں تو دیمک کی خوراک کی نظر ہوگئی ہیں، تو کیا اب ان کتب کے انکار کی بھی رضاخانی جرأت کریں گے؟؟؟؟

تاویل ۵: کتاب بھی احمد رضاخان کی ہے اشعار بھی انہی کے ہیں مگر اشعار امّاں عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلّق نہیں بلکہ ان گیارہ مشرکہ بازاری عورتوں کے متعلق ہیں، جن کا ذکر بخاری و مسلم میں ہے۔

جواب: یہ تاویل بھی باطل ہے اس لیے کہ آپ حضرات اس بات پر بھی غور فرمائیں کہ اشعار میں "ان" کا لفظ ہے جو تعظیم کیلئے ہے اور آخر میں "قبا" کا لفظ ہے جو واحد ہے، اگر ان گیارہ مشرکہ عورتوں کے بارے میں یہ کلام ہوتا تو آخر میں "قبائیں" جمع کا صیغہ ہوتا، مگر ایسا نہیں خود اشعار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ شعر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے متعلق ہیں۔ پھر مزید غور فرمائیں کہ اس پورے قصیدے کی "ردیف" ایک ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ تمام اشعار ایک ہی قصیدے کے ہیں۔ مزید یہ کہ مذکورہ گستاخانہ اشعار کے متصل بعد ہی یہ اشعار ہیں:

تن اقدس پہ لباس آیۂ تطہیر کا ہو
سورۂ نور ہو سر پر گہر آمان معجز!
یا حمیراء کا تن اقدس پر گلگوں جوڑا

(حدائق بخشش: صـ ۳۷)

۱: کیا بازاری عورتیں "تنِ اقدس" والی ہوتی ہیں؟
۲: اور کیا یہ آیتِ تطہیر ان مشرکہ عورتوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی؟
۳: اور کیا سورۂ نور کی آیتِ برأت کا مصداق یہی عورتیں تھیں؟
۴: اور کیا "یا حمیراء" کہہ کر ان مشرکہ عورتوں کو پکارا جاتا تھا؟

ع
حضرت تمہاری چال بھی کتنی عجیب ہے
رکھتے کہیں پاؤں پڑتا کہیں پہ ہے

بالفرض بریلوی حضرات کی اس تاویل کو اگر تسلیم کرلیا جائے کہ یہ اشعار حضرت امّ المومنین رضی اللہ عنہا

کے متعلق نہیں تھے بلکہ امِّ زرع مشرکہ کے متعلق تھے تو بھی نہ صرف حضرت امّ المومنین رضی اللہ عنہا کی شدید گستاخی ہے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی شدید گستاخی ہے کہ مسلم شریف جلد دوّم صہ ۲۸۷، میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول موجود ہے کہ

"كنت لكِ كأبي زرع لأم زرع."

ترجمہ: میں تیرے لیے ایسا ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کے لیے۔

یہاں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو امِّ زرع سے تشبیہ دی اور اسی امِّ زرع کے بارے میں مولوی احمد رضا خان یہ گستاخانہ اشعار کہہ رہے ہیں بتاؤ! جس عورت کو امّ المومنین سے تشبیہ دی جا رہی ہو کیا اس خاتون کے بارے میں اس قسم کی فحش گوئی کرنا درست ہے؟؟؟؟ معذرت کے ساتھ میں اگر کہوں کہ مولوی احمد رضا خان کی بیٹی ایسی ہے.... جیسے لاہور کی کوئی طوائف... مولوی الیاس قادری کی بیوی کے سینے کے ابھار اس طرح ابھرے ہوئے ہیں.... جیسے فلاں عورت کے، جس کی وجہ سے میرا سینہ پھٹا جا رہا ہے.... بتایئے! یہ بکواس ہم نے مولوی احمد رضا خان یا مولوی الیاس قادری کی بیٹی یا بیوی کے متعلق نہیں کی، بلکہ اس قسم کی عورت سے تشبیہ دی تو کیا یہ ان کی شدید توہین نہیں....؟؟؟؟ تو پھر جس خاتون کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی محبوب زوجۂ محترمہ رضی اللہ عنہا سے تشبیہ دیں.... آخر اس کے بارے میں اس قسم کے آوارہ ذہن اشعار کہنا کہاں کی شرافت ہے؟؟؟؟

اس سے بڑھ کر اس صورت میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدید گستاخی ہے یعنی امِّ زرع کا جو واقعہ حدیث میں آیا اس کو مولوی احمد رضا خان ان اشعار میں پیش کر رہے ہیں گویا یہ سب الفاظ کہ .... اس کے سینے.... اس کے ابھار.... اس کے پاجامے.... معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! نقل کفر کفر نہ باشد، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کر رہے ہیں اور مولوی احمد رضا خان ان کو اشعار میں ڈھال رہے ہیں.... استغفر اللہ.... غور فرمائیں! پہلے تو صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی کی بات تھی، اس تاویل کی صورت میں معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتنی بدترین گستاخی ان رافضیوں نے کر دی!!!! غور فرمائیں....!!!!

یہاں ایک سوال ہوسکتا ہے کہ جب احمد رضا خان اتنا بڑا شیعہ تھا تو اُس نے شیعہ کے خلاف کیوں لکھا، اُس کی کتاب "ردّ الرفضہ" کے نام سے ہے جس میں شیعہ کی تکفیر ہے۔

یہ سوال اُن حضرات کے ذہنوں میں آسکتا ہے جو شیعہ مذہب کی نفسیات سے واقف نہ ہوں۔ دراصل تقیہ نام ہی اس چیز کا ہے کہ دھوکہ اور دجل کا ہر حربہ استعمال کر کے سنّیوں کو دھوکہ دیا جائے، مسلک کے لیے تقیہ کی آڑ میں کفر کا ارتکاب کرنے سے بھی گریز نہ کیا جائے۔ شیعوں کی یہ تکفیر تقیہ پالیسی پر عمل کرنے کا حصّہ تھا تاکہ بھولے بھالے سنّیوں کو یہ یقین دلایا جائے کہ جو آدمی خود شیعہ کی تکفیر کر رہا ہو وہ شیعہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اور یہ وار نشانہ پر بھی لگا۔ اس موقع پر بس کاشفِ مکائدِ روافض حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دینا چاہوں گا وہ لکھتے ہیں:

"شیعہ مذہب کا ایک مکر یہ ہے کہ اُن کے علماء اپنے آپ کو تقیہ کی آڑ میں بظاہر مسالکِ اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) میں سے کسی ایک کا پیروکار بتاتے ہیں اور سختی سے اس پر کاربند رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ سنّیوں کے مدارس میں استاذ لگ جاتے ہیں اور ترقّی کرتے کرتے صدر مدرّس کے عہدہ تک پہنچ جاتے ہیں، اسی مسلک کو پڑھتے پڑھاتے ہیں، اسی کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں یہاں تک کہ لوگ اُن کو اپنا مقتدا و پیشوا ماننے لگ جاتے ہیں اور اس کے بعد پھر وہ رفتہ رفتہ سنّی عوام میں رفض (شیعیّت) کے جراثیم پھیلانے شروع کر دیتے ہیں۔" (تحفۂ اثنا عشریہ فارسی: صہ ۵۲، ملخصاً، کتب خانہ اشاعتِ اسلام مٹیا محل، دہلی)

یہی کام احمد رضا بریلوی نے کیا، خود کو کٹر حنفی سنّی ظاہر کیا اور اپنی سنّیت و حنفیت کا بھرم قائم کرنے کے لیے بظاہر اسی پر فتوے بھی دیتا رہا اور روافض کی تردید بھی کی، مگر درپردہ وہ سنّیوں میں شیعہ عقائد و تعلیمات کو پھیلاتا رہا جس کی قدرے تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس آدمی کا سب سے سیاہ کارنامہ اہل السنّۃ والجماعۃ میں تفریق پیدا کرنا ہے۔ بریلویت کے نام سے ایک معتدبہ گروہ کو اہلِ سنّت والجماعت سے کاٹ کر روافض کی طرف لے جانا اور انھیں آپس میں ہمیشہ کے لیے دست و گریباں کر دینا اُس کا وہ کارنامہ ہے جو اس سے پہلے کوئی شیعہ نہ کرسکا۔ اس کا اقرار خود بریلویوں کو بھی ہے، چنانچہ قاری احمد علی پیلی بھیتی لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خان صاحب پچاس سال مسلسل اِسی جدّ و جہد میں منہمک رہے یہاں

تک کہ مستقل دو مکتبۂ فکر قائم ہو گئے بریلوی اور دیوبندی یا وہابی۔" (سوانح حیات اعلیٰ حضرت از شاہ مانا میاں: صـ ۸، امین برادرس آرام باغ، کراچی)

مسلسل پچاس سال محنت کر کے فاضل بریلوی نے جو "بریلوی" فرقہ بنایا اس کا اعتقادی و مسلکی مزاج کیا ہے خود بریلوی محقّقِ اسلام و شیخ الحدیث مولانا محمّد علی نقشبندی بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور کے قلم سے ملاحظہ فرمالیں:

"موجودہ دور کے بعض سنّی مصنّفین وواعظین کا جائزہ لینا اشدّ ضروری ہے کیونکہ اُن کی تصنیفات اور وعظ ایسی باتوں سے بھرے پڑے ہیں جو مسلکِ شیعیّت کی تائید وترجمانی کرتی ہے۔" (میزان الکتب: صـ ۵۷۹، ناشر مکتبہ نوریہ حسینیہ بلال گنج، لاہور، بارِ دوّم فروری ۲۰۰۹ء)

بریلوی عالم افتخار الحسن زیدی کی کتاب "خاکِ کربلا" کے متعلّق لکھتے ہیں:

"محرّم الحرام کے دوران ہمارے کچھ سنّی واعظین شہادت کے موضوع پر ایسا دردناک سماں باندھتے ہیں کہ شیعہ ذاکرین کو بھی پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔" (میزان الکتب: صـ ۵۸۰)

آگے لکھتے ہیں:

"اُن غیر محتاط واعظین نے مسلکِ اہلِ سنّت کی حقّانیت کو سخت نقصان پہنچایا۔" (میزان الکتب: صـ ۵۸۰)

زیدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اگر آپ کو آسمان سے جبرئیل بھی روکتا تو نہ رکتے (کربلا کی طرف سفر کرنے سے)۔" (خاکِ کربلا: صـ ۲۱۳)

مولوی محمّد علی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ بات انھوں نے محض واعظانہ رنگ اور قصّہ خوانی انداز میں لکھ دی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلّق نہیں بلکہ ایمان کے لیے خطرہ ہے۔" (میزان الکتب:

صـ ۵۸۵)

صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن زیدی صاحب بریلوی نے سیّدہ صغریٰ کو سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی قرار دے کر بچّی ہونے کی وجہ سے ان کا مدینہ میں ٹھہرنا لکھا اور وہاں مدینہ طیّبہ میں اُن کی آہ وفغاں، فریادیں، دہاڑیں وغیرہ لکھیں حالانکہ یہ سب من گھڑت اور جھوٹی کہانیاں ہیں، اِس واقعہ اور قصّہ پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ الحدیث مولوی محمّد علی بریلوی لکھتے ہیں کہ:

"صاحبزادہ صاحب نے اِس دردناک انداز سے لکھا کہ شیعہ ذاکر بھی اِسے پڑھ کر آنسو بہانا شروع کر دیں۔"

آگے لکھتے ہیں:

"واقعۂ کربلا کے بیان میں سنّی واعظین اور شیعہ ذاکرین دونوں کا مقصدِ واحد رُلانا پٹانا ہے۔" (میزان الکتب: صـ ۵۸۶)

آگے لکھتے ہیں:

"اس واقعہ کو جس طرح صاحبزادہ صاحب نے تحریر کیا ہے بشرطیکہ کوئی ثقہ عالم نہ ہو تو بغیر ماتم کیے نہ رہ سکے۔" (میزان الکتب: صـ ۵۹۷)

یہی واقعہ مفتی حبیب سیالکوٹی بریلوی نے بھی نقل کیا ہے جس پر بریلوی زعماء کی تقریظیں ہیں، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے بریلوی بزرگ لکھتے ہیں کہ:

"آج کل کے سنّی واعظین کے محرّم کی تقریروں کی کامیابی کے لیے سیّدہ صغریٰ بنت حسین کا من گھڑت واقعہ زینت بنا ہوا ہے۔" (میزان الکتب: صـ ۵۹۸)

آگے اس واقعہ کا خلاصہ بیان کر کے مفاسد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"خلاصہ صغریٰ بچّی تھی جس کو امام عالی مقام بچّی ہونے کی وجہ سے چھوڑ گئے تھے وہ ہر وقت روتی رہتی، ہر کوفہ جانے والے کو اپنا درد سناتی، اپنی داستان پیش کرتی، وہاں جانے کی تمنّا کرتی اور ایسے درد بھرے الفاظ کہتی کہ ہر سننے والا رونے لگتا اور کہتی یہاں مجھ غریب کا پوچھنے والا کوئی نہیں، میں اکیلی غموں کے پہاڑ میں پھنسی ہوئی ہوں وغیرہ

وغیرہ یعنی مدینۂ منورہ میں جس قدر صحابۂ کرام اور اہلِ بیت کے افراد تھے اُن میں کسی کو اس بچّی پر ترس نہ آتا نہ اس کا کوئی پرسانِ حال ہوتا....الخ۔" (میزان الکتب: صہ ۶۰۲)

اگر یہ واقعہ سچّا ہے تو پھر صحابۂ کرام اور اہلِ بیت پر بدگمانی اور بداعتمادی ہوگی، جو بریلوی علماء ثابت کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ افتخار الحسن بریلوی کے متعلّق بریلویوں کے جیّد عالم لکھتے ہیں کہ:

"افتخار الحسن نے اپنی اس کتاب میں جو کربلا کے دسویں رات کا واقعہ نقل کیا ہے اس میں نوحہ خوانی اور مرثیہ خوانی کے ذریعہ خوب رُلانے پٹانے کی کوشش کی ہے۔" (میزان الکتب: صہ ۶۱۸)

حالانکہ ابوداؤد شریف میں نوحہ کرنے والوں اور والیوں پر لعنت کی گئی ہے اور نبیِٔ پاک ﷺ نے مرثیوں کے لکھنے سے بھی منع فرمایا ہے، مگر شیعہ حضرات کو یہ بات قبول نہیں اور یہ بناسپتی سنّی جو کہ شیعہ ہیں یہ نوحے اور مرثیوں پر کتابیں لکھ رہے ہیں، فیا اسفا! یہی واقعہ بڑی دلسوزی اور رنگینی کے ساتھ بریلوی عالم مولوی نوری قصوری نے "باراں تقریراں" میں اور مولوی شمس بریلوی جو کہ "منظر الاسلام" میں استاذ تھا اس نے "مرقع شہادت" میں اور مولوی صائم چشتی بریلوی نے بھی "شہید ابن شہید" میں نقل کیا ہے تاکہ اس کو پڑھنے والوں میں غمِ حسین رضی اللہ عنہ پیدا کیا جائے اور رونے رُلانے کی فضا قائم ہو۔ بریلوی شیخ الحدیث نے حق گوئی کرتے ہوئے اس جیّد بریلوی بزرگ صائم چشتی کے بارے میں لکھ دیا:

"صائم چشتی کی ایک اور تصنیف "مشکل کشا" ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سوانح پر لکھی گئی ہے، اس کتاب میں صائم چشتی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلّق انہی عقائد ونظریات کا پرچار کیا جو رافضیوں کے ہیں۔" (میزان الکتب: صہ ۶۳۱)

آگے لکھتے ہیں:

"شہید ابن شہید خاکِ کربلا کی طرح من گھڑت داستانوں اور حدودِ شرعیہ کو پامال کرنے والے جملوں سے اٹی پڑی ہے۔"

بریلوی بزرگ صائم چشتی نے "شہید ابن شہید" میں یہاں تک لکھ دیا:

"سیّدہ زینب کے سر سے چادر اتری ہوئی تھی، بال بکھرے ہوئے....صابروں کا امام بھی یہ منظر دیکھ کر تڑپ کر رہ گیا، حوصلہ کر کے آگے بڑھے، بہن کی گری ہوئی چادر کو اٹھایا علی کی بیٹی کا سر ڈھانپ دیا، جناب سکینہ کو گود میں لیا....فرمایا بیٹی سکینہ! اٹھو، جلدی کرو، آخری ملاقات کرلو، آخری بار بابا کے سینہ سے تو لپٹ جاؤ۔" (شہید ابن شہید: ص ۳۱۵-۳۱۶)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے بریلوی عالم لکھتے ہیں:

"سیّدہ زینب کے سر سے چادر اتری ہوئی اور اُن کے بال بکھرے ہوئے تھے" کیا خاندانِ رسالت کی عظیم شہزادی کا یہ عمل قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویہ کے صراحتاً خلاف نہیں....گویا صائم فیصل آبادی اس بے بنیاد عبارت سے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو قرآن وحدیث کے احکام کے خلاف عمل کرنے والی ثابت کرنا چاہتا ہے۔" (میزان الکتب: ص ۶۳۴)

آگے لکھتے ہیں:

"سکینہ کو گود میں لینا....امام عالی مقام کی طرف انھیں منسوب کرنا کس قدر بے باکی اور گستاخی ہے....سیّدہ سکینہ کوئی بچّی نہیں کہ انھیں سینہ سے لپٹ جانے کا کہا جائے، انھیں بچّی کہنا اور گود میں لینے کی بات کرنا قطعاً من گھڑت ہے، آپ شادی شدہ ہیں اور ان کے خاوند عبداللہ بن حسین یہ دونوں (میاں بیوی) واقعۂ کربلا میں موجود تھے۔" (میزان الکتب: ۶۳۵)

سیّدہ سکینہ کو سینہ سے لگانے والی بات افتخار الحسن زیدی بریلوی نے بھی اپنی کتاب "خاکِ کربلا" میں لکھی۔ یہ پورا واقعہ نقل کر کے بریلوی شیخ الحدیث نے یہ فیصلہ دیا کہ:

"یہ سب باتیں اور مکالمہ بازی افتخار الحسن صاحب کی اختراعی ہیں، اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو بہت سی گستاخیوں سے بھری پڑی ہے۔" (میزان الکتب: ص ۶۳۸)

آگے لکھتے ہیں:

”ایسے بے اصل واقعات کو رقّت آمیز لہجے اور رُلانے کے انداز سے بیان کرکے وہ سنّیت کی نہیں بلکہ شیعیّت کی خدمت کرنے کے کیوں درپے ہیں۔“ (میزان الکتب: صـ ۶۴۰)

مولوی محمّد علی نے تحقیق سے یہ ثابت کیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کربلا میں بھی سواری اونٹ تھے اور مدینہ سے چلتے وقت بھی، نہ کہ گھوڑے۔

آگے لکھتے ہیں:

”افسوس ہے ایسے سنّی واعظین وخطباء پر جو اہلِ تشیّع کے لیے گھوڑے ذوالجناح کا ثبوت اپنی تقاریر میں پیش کرتے ہیں۔“

پھر آگے لکھتے ہیں:

”ہمارے سنّی حضرات درپردہ شیعوں کے گھوڑا نکالنے کی تائید کرکے اُن کی پشت پناہی کررہے ہیں۔“ (میزان الکتب: صـ ۶۶۴)

جب کہ بریلوی علماء نے گھوڑے پر بڑا زور دیا ہے، دیکھیے کتاب ”شہادت نواسہ سیّد الابرار“ تاکہ ذوالجناح ثابت ہوجائے۔ امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بیٹوں کا قصّہ بریلوی مولوی محمّد شفیع اوکاڑوی نے ”شامِ کربلا“ میں اور مفتی جلال الدّین امجدی بریلوی نے ”خطباتِ محرّم“ میں لکھا ہے اور صدرالافاضل نعیم الدّین مرادآبادی بریلوی نے ”سوانح کربلا“ میں لکھا ہے، اس پر تبصرہ محمّد علی صاحب کرتے ہیں:

”امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں کا واقعہ بھی منجملہ ان واقعات من گھڑت میں سے ہے جسے رُلانے اور لوگوں کو دہاڑیں مار مار کر آنسو بہانے کے لیے واعظین اپنے وعظوں میں، ذاکرین اپنے خطاب میں اور غیر محتاط مصنّف اپنی تصنیفات میں ذکر کرتے ہیں۔“ (میزان الکتب: صـ ۶۸۰)

بریلوی مسلک کی ریڑھ کی ہڈّی ابوالحسنات قادری ہیں، انھوں نے ”اوراقِ غم“ میں قصّۂ شہادتِ امام پاک بھی لکھا ہے، اس کتاب کے متعلّق بھی بریلوی بزرگ کی سنیے:

”اوراقِ غم میں بہت سی باتیں واعظانہ رنگ میں لکھ دیں جو عقائد اہلِ سنّت کو مجروح

کرتی ہیں۔"(میزان الکتب: صہ ۷۲)

بریلوی عالم ابوالحسنات قادری نے اپنی کتاب اوراقِ غم میں یہ لکھا ہے کہ:

"امام حسین رضی اللہ عنہ نے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ قاسم یعنی اپنے بھتیجہ کے ساتھ اپنی دختر کا نکاح کر دیا۔"(ملخصاً از اوراقِ غم: صہ ۲۴۹)

جب کہ ایک بریلوی بزرگ یوں کہتے ہیں:

"ابتداء شیعہ ذاکرین نے پیسے بٹورنے کی خاطر رونے پیٹنے کے واقعات گھڑے پھر زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ من گھڑت واقعات کتابوں میں لکھے جانے لگے، انہی واقعات میں سے ایک واقعہ قاسم کی میدانِ کربلا میں شادی کا واقعہ بھی ہے، اسی طرح ہر آنے والے نے من گھڑت واقعہ میں مزید اضافہ کیا اور بات کا بتنگڑ بنا دیا، پھر شیعوں کی کتابوں مثلاً فاضل کاشفی سے جھوٹے واقعات اہلِ واعظین اسی غرض کے پیشِ نظر بیان کرنے اور لکھنے شروع کر دیے اور یوں ان نادانوں نے نادانستہ شیعوں کے اصول کو مضبوط کرنے میں بہت کردار ادا کیا اور خوب دنیا کمائی۔ان سنّی واعظین نے مسلکِ اہلِ سنّت کو نقصانِ عظیم پہنچایا، شیعہ ذاکرین کی جگہ اب ان سنّی واعظین نے لے لی۔"(میزان الکتب: صہ ۷۲۹)

قارئین کرام! آپ کو اچھّی طرح معلوم ہوگیا ہوگا کہ اس دور میں ماتمی جلوس اور نوحہ خوانی و مرثیہ خوانی وغیرہ تمام بُرے کاموں کی اعانت بریلوی حضرات کر رہے ہیں اور یہ بات صرف ہم ہی نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ اُن کے ہم مسلک مولوی محمّد علی نے بھی اِس بات کا اقرار کیا ہے اور اِس پر کئی ثبوت بھی پیش کیے ہیں اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ یہ بریلوی یہاں تک بھی لکھنا شروع کر دیا کہ "غمِ حسین میں رونے کا ثواب ذبحِ اسماعیل علیہ السلام پر جو سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو ملا تھا اتنا ملتا ہے"(اوراقِ غم)، معاذ اللہ۔ تو پھر کیوں نہ سارا مسلک ہی غم کی تصویر بنے، یہ سب مہربانی اُن رضا خانی حضرات کی ہے، حالانکہ شریعتِ مطہّرہ تو صبر کا حکم دیتی ہے نہ کہ ماتم تعزیہ و ذوالجناح کا۔ ہمیں آفتاب کے چمکنے سے زیادہ اِس بات پر یقین ہے کہ امام عالی مقام (سیّد شباب اہل الجنّۃ کے مصداق) سے یا اُن کے گھر والوں سے کسی قسم کے غیر شرعی کام کا

صدور رہوا ہو اور نہ ہی اُن حضرات کی بابت ہمیں یہ تسلیم ہے، بلکہ انھوں نے میدانِ کربلا میں صبر و تحمّل اور حوصلہ کا مظاہرہ کر کے انسانیت کو صبر کا عملی نمونہ دکھایا۔

مگر رضا خانی حضرات کو یہ باتیں قبول نہیں، اِس پر دلیل یہ ہے کہ بریلوی عالم علّامہ مقبول احمد رضوی شاہ دیول گجرات سے اپنے رسالہ "سنّی شیعہ بھائی بھائی کیسے؟" میں لکھتے ہیں کہ "ہمارے کئی نوجوان ساتھیوں کو گِلہ ہے کہ بریلوی شیعہ وسنّی میں فرق نہیں کرتے۔"

تو پھر ہم اُن لوگوں کو دعوت دیں گے کہ

"آؤ! ہمارے ساتھ چلو، یہاں بحمداللہ فرق ہے اور ہم آپ کو سنّتِ طیّبہ والی پاکیزہ و مطہّر زندگی سمجھائیں گے نہ کہ رسومات و بدعات والی۔"

اللہ ہم سب کو رسم و رواج اور بدعات وخرافات سے بچائے، آمین۔

ڈاکٹر اوشا سانیال جنھوں نے بریلوی مسعودِ ملّت پروفیسر مسعود ویٰسین اختر مصباحی صاحب (مصباحی صاحب نے ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مدینہ یونیورسٹی مدینۂ منوّرہ میں تعلیم حاصل کی..... یہ بات حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی زبانی محترم عبداللہ الہندی نے راقم سے روایت کی) کے زیرِ سرپرستی بریلوی تحریک اور اُس کے بانی مولانا احمد رضا خان صاحب پر مقالہ لکھا، اس میں وہ اعتراف کرتی ہیں کہ:

"مولانا احمد رضا خان کے بعض عقائد ونظریات شیعیّت سے ماخوذ تھے۔ سنجیدگی سے غور وخوض کرنے کی ضرورت ہے اگرچہ ماخوذ کے لفظ کا استعمال یہاں بہت مناسب معلوم نہیں ہوتا، تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ رسالت کے تعلّق سے مولانا احمد رضا خان اور اہلِ سنّت (بریلوی) کا تصوّرِ شیعی اصولوں سے کافی قریب ہے۔" (برطانوی ہندوستان میں عقیدت پر مبنی اسلام اور سیاست: صہ ۲۳۳، کتاب محل لاہور)

ڈاکٹرنی صاحبہ نے اس امر کو بھی تسلیم کیا ہے کہ:

"مولانا احمد رضا خان صاحب کے پیر ومرشد گھرانے "مارہرہ شریف" کا شجرۂ نسب شیعوں کے "زیدی فرقہ" سے ملتا ہے" (برطانوی ہندوستان میں عقیدت پر مبنی اسلام

اور سیاست: صـ ۱۱۶، کتاب محل لاہور)

بہر حال یہ تمام تر حقائق وشواہد اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی اور اُن کا خاندان ”شیعہ“ تھا، جنھیں انگریز ہندوستان میں اہل السنّۃ والجماعۃ کے ٹکڑے کرنے اور ہندوستان میں روافض کے سب سے بڑے دشمن ”خاندانِ ولی اللہی“ کو بدنام کرنے کے لیے سنّیت کا لبادہ پہنا کر سامنے لائے تھے اور تاریخ گواہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب اور اُن کے متّبعین روزِ اوّل سے اہل السنّۃ اور خاندانِ ولی اللہی کی مخالفت اور اُن کی تکفیر میں پیش پیش ہیں۔

آمدم برسرِ مطلب:

شیعہ حضرات کا ایک بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ جنّتیوں کو جنّت میں ڈالے اور دوزخیوں کو دوزخ میں وہ اُن کو معاف نہیں کرسکتا ورنہ وعدۂ الٰہی کے خلاف اور قولِ ربّانی کا کذبِ محض ہونا لازم آئے گا جو قبیح اور عیب ہے اور اللہ تعالیٰ عیب سے پاک اور قبائح پر قادر نہیں۔

چنانچہ شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شیعہ کے مکائد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ترجمہ: ”شیعہ کہتے ہیں کہ اہل السنّۃ اللہ تعالیٰ پر ظلم کی تجویز کرتے ہیں، اُن کا اعتقاد ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ بے گناہ بلکہ فرمانبردار مومن کو دوزخ میں ڈال دے اور اُس کو ہمیشہ عذاب کرے تو روا ہے مگر قرآن میں ہے کہ حق تعالیٰ ایسا نہ کرے گا (شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیعہ کے اس الزام کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں) اِس امر کا جوابِ اوّل معلوم ہو چکا ہے کہ باریٔ تعالیٰ سے اہل السنّۃ کے نزدیک ظلم ممکن نہیں ہے، اِس لیے کہ سب مخلوقات اس کی پیدائش وملک میں ہیں جو چاہے کرے اور باوجود اس کے عذاب کا جائز رکھنا اور بات اور عذاب کرنا بات۔“ (تحفۂ اثنا عشریہ فارسی: صـ ۳۰، کیدِ سوّم، کتب خانہ اشاعتِ اسلام مٹیا محل دہلی)

یعنی جب ساری مخلوق ہی اللہ کی مِلک ہے تو ظلم کیسا؟ بالفرض ظلم کا تصوّر کرلو تو یہ تو تب ہوگا جب اللہ انھیں واقعی جہنّم میں ڈالے ہم تو صرف قدرت کی بات کررہے ہیں، کسی امر پر قادر ہونا اور بات ہے اور بالفعل اس کا کرنا اور بات ہے۔ ایک اور مقام پر شیعہ کا ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شیعہ کہتے ہیں کہ اہل السنّۃ قبائح کا باریٔ تعالیٰ سے ظاہر ہونا جائز رکھتے ہیں یعنی زنا اور چوری کو خدا کی پیدائش اور اس کے ارادہ سے جانتے ہیں یعنی زنا اور چوری کو خدا کی پیدائش اور اس کے ارادہ سے جانتے ہیں شیطان اور انسان کی طرف حوالہ نہیں کرتے اور یہ جائز رکھنا حق تعالیٰ کی کمال بے ادبی ہے۔ (شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے ہیں کہ) یہ نہیں جانتے کہ اہل السنّۃ کا مذہب یہ ہے کہ جو کام بہ نسبت انسان وشیطان کے قبیح ہیں اور اُن پر مواخذہ ہوتا ہے باریٔ تعالیٰ کی نسبت اُن میں کوئی قباحت نہیں اور بہت ظاہر ہے کہ حسن وقبح دونوں اضافی امر ہیں اپنے منسوب الیہ کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں، اصل قباحت یہ ہے کہ ہم باریٔ تعالیٰ کی نسبت بعض چیزوں کو اچھّا جانیں اور بعض کو بُرا، پھر اس میں مشکل میں پڑیں۔" (تحفۂ اثنا عشریہ: صـ ۲۹)

غرض اہل السنّۃ کا عقیدہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنّتیوں سے جنّت کا وعدہ فرمایا ہے اور جہنّمیوں کو جہنّم کی وعید سنائی ہے وہ اپنے وعدہ اور وعید کے مطابق ہی کرے گا مگر یہ اُس پر واجب (لازم) نہیں یعنی وہ اس پر قادر ہے اپنی رحمت سے دوزخی کو جنّت میں ڈال دے اور عدل سے جنّتی کو جہنّم میں ڈال دے لیکن وہ ایسا نہیں کرے گا۔

شیعہ نے کہا کہ اللہ ایسا کرنے پر قادر ہی نہیں اور اہلِ سنّت کو بدنام کرنے کے لیے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ یہ لوگ اللہ کے لیے کذب کے قائل ہیں، قبائح کے صدور کو مانتے ہیں، اللہ کو عیب دار بتاتے ہیں، ظلم، زنا، چوری وغیرہ پر قادر جانتے ہیں۔

اہل السنّۃ والجماعۃ علمائے دیوبند بھی اہل السنّۃ کے اِسی عقیدہ پر کاربند ہیں، جب کہ اِن کے مقابلہ میں مولانا احمد رضا خان صاحب اور اُن کی جماعت نے اپنے آباء واجداد یعنی روافض کے عقیدہ کو اپنایا اور اہل السنّۃ کو بدنام کرنے کے لیے وہی گُر اپنائے جو اِن سے پہلے اِن کے روافض اکابر اپنا چکے تھے، چنانچہ مولانا احمد رضا خان صاحب اِسی عقیدہ کی بنیاد پر لکھتے ہیں:

"وہّابی ایسے کو خدا کہتے ہیں.... جس کا سچّا ہونا کچھ ضرور نہیں جھوٹا بھی ہوسکتا ہے ایسے کہ جس کی بات پر اعتبار نہیں، نہ اُس کی کتاب قابلِ استناد نہ اُس کا دین لائقِ اعتماد، ایسے

کو جس میں ہر عیب و نقص کی گنجائش.... بہکنا، بھولنا، سونا، اونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتیّٰ کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے، کھانا پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ پھرنا، ناچنا تھرکنا، نٹ کی طرح کَلا کھیلنا (بازیگر کی طرح کلا کاری دکھانا)، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتیّٰ کہ مخنّث کی طرح خود مفعول بننا کوئی خباثت کوئی فضیحت اُس کی شان کے خلاف نہیں، وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مَردی اور زَنی کی علامتیں بالفعل رکھتا ہے.... سبّوح قدّوس نہیں خُنثیٰ مشکل ہے یا کم سے کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے، یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے، ڈبو بھی سکتا ہے، زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر، بندوق مار کر خودکُشی بھی کرسکتا ہے، اُس کے ماں، باپ، جورو، بیٹا سب ممکن ہے۔" (فتاویٰ رضویہ قدیم: ۱/۹۱۷، سنّی دارالاشاعت علویہ رضویہ، ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد، فتاویٰ رضویہ جدید: ۱۵/۵۴۵، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

یہ سب مغلّظات اور الزام تراشیاں کس بنیاد پر؟؟؟؟ صرف اِس لیے کہ تم نے اللہ کو خلفِ وعید پر قادر مان لیا جو قبیح ہے تو اللہ جب اس قبیح پر قادر ہے تو اِن قبائح پر بھی قادر ہوگا نعوذ باللہ من سوء الفہم۔

ایک اور مقام پر اس خالص علمی اور علمِ کلام کے مسئلہ کو مندرجہ ذیل گھناؤنے انداز میں پیش کرتا ہے:

"اگر تمھارا ساختہ خدا عورت کی قدر سے گھٹ رہا تو اور بھی گیا گزرا ہوا، عورت قادر ہے کہ زنا کرائے تو تمھارے امام اور تمھارے پدرِ تعلیم کے کلّیہ سے قطعاً واجب کہ تمھارا خدا بھی زنا کرا سکے، ورنہ دیوبند میں چکلہ والی فاحشات اُس پر قہقہے اڑائیں گی کہ نکھٹّو تو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا پھر کاہے پر خدائی کا دَم مارتا ہے؟ اب تو آپ کے خدا میں فرج بھی ضرور ہوئی ورنہ زنا کاہے میں کرا سکے گا۔ تعجّب تھا کہ خدا کے لیے آلۂ مَردی ہو تو اس کے مقابل عورت کہاں سے آئے گی، اندام زنی ہوا تو اس کے لائق اُسے مَرد کہاں سے ملے گا کہ اس کی ہر چیز نامحدود و بے انتہا ہوگی یوں تو ایک خدائن ماننی پڑے گی جو اس کی وسعت رکھے اور ایک بڑا ڈبل خدا ماننا ہوگا جو دوسری ہوس بھر سکے۔" (اللہ جھوٹ سے پاک ہے: صہ ۱۶۲-۱۶۱، نوری کتب خانہ لاہور)

ایک رنڈی فاسقوں کی محفل میں رقص کرتی ہے، لحظہ لحظہ کس قدر اپنی جہتیں بدلتی ہے اگر ان کا معبود یوں ہی نہ گھوم سکا تو رنڈی سے بھی گیا۔" (اللہ جھوٹ سے پاک ہے: صہ ۱۶۳)

اِن اقتباسات کو پڑھ کر یوں محسوس ہو رہا ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب "بریلی کے اُس بازار" میں بیٹھ کر کتاب تصنیف فرما رہے ہیں، ویسے بھی فاضل بریلوی اور اُن کے خاندان کے طوائفوں کے ساتھ کافی شناسائی تھی تفصیل کے لیے "مجلّہ نورِ سنّت کراچی کا کنزالایمان نمبر" میں راقم کا مضمون "تعارف صاحب کنزالایمان" پڑھیں۔ فاضل بریلوی کی کتب میں اِن مغلّظات کو دیکھ کر اُن کے خلیفہ اور بریلوی صدرالافاضل مولانا نعیم الدّین مرادآبادی صاحب کو بھی یہ کہنا پڑا کہ:

"حضور آپ کی کتابوں میں وہّابیوں، دیوبندیوں اور غیر مقلّدوں کے عقائدِ باطلہ کا ردّ ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتا ہے کہ آج کل جو تہذیب کے مدّعی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہی حضور کی کتابوں کو پھینک دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں تو گالیاں بھری ہیں۔" (فیضانِ اعلیٰ حضرت: صہ ۲۷۵، بشیر برادرز لاہور، حیات صدرالافاضل: صہ ۴۹، فرید بک اسٹال لاہور)

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ دراصل مولانا محمّد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے یک روزی میں لکھا ہے کہ اگر خدا کو کذب پر قادر نہ مانو تو خدا کی قدرت انسان سے گھٹ جائے گی کہ انسان تو کذب پر قادر ہو اور خدا نہ ہو تو اعلیٰ حضرت نے جواب میں لکھا کہ انسان تو ان فواحش پر بھی قادر ہے تو پھر خدا کو بھی قادر مانو۔

بریلویوں کے مکر کے جواب میں سرِ دست صرف اتنا ہی عرض کرنا چاہوں گا کہ خود فاضل بریلوی نے لکھا کہ:

"یہ قضیہ بے شک حق تھا کہ جس پر انسان قادر ہے اُس سب اور اس کے علاوہ نامتناہی اشیاء پر مولیٰ عزّوجلّ قادر ہے۔" (اللہ جھوٹ سے پاک ہے: صہ ۱۵۰)

اگر اس قضیہ کی بنیاد پر یہ الزام تراشی اور گھناؤنے عقائد شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیے جارہے ہیں تو اس کو تو فاضل بریلوی نے بھی تسلیم کیا ہے، ان کے متعلق حکمِ شرعی کیا ہے؟؟؟؟

بہر حال مولانا احمد رضا خان صاحب نے اپنے اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے بدنام زمانہ کتاب "سبحان السبّوح عن عیب کذب مقبوح" لکھی۔ پاکستان میں اس کتاب سمیت چند مزید رسائل کو فاضل بریلوی کی طرف منسوب کرکے "اللہ جھوٹ سے پاک ہے" کے نام سے نوری کتب خانہ لاہور نے جناب مولانا عبدالحکیم شرف قادری (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور) کے مقدّمہ کے ساتھ شائع کی۔

فاضل بریلوی نے اپنی عادت کے مطابق اپنے اذناب کے ذریعہ اس کتاب کے متعلّق یہ مشہور کرنا شروع کردیا کہ کوئی اس کا جواب نہیں لکھ سکتا، یہ کتاب لاجواب ہے۔ اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائے مولانا عبدالواحد تھانوی فاروقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کو کہ جنھوں نے بروقت اس پروپیگنڈے کا نوٹس لیا اور سبحان السبّوح کا منہ توڑ جواب "تنزیہ الالٰہ السبّوح عن نقصان العجز والقبوح" کے نام سے ۱۳۲۱ھ میں لکھ کر مطبع انصاری دہلی سے شائع کی۔

مولانا احمد رضا خان صاحب کی وفات ۱۳۴۰ھ میں ہوئی، گویا اس کتاب کی اشاعت کے بعد ۱۹ رسال تک حیات رہے، مگر نہ تو فاضل بریلوی اور نہ ہی اُن کے اذناب میں سے کسی کو اس کا ردّ کرنے کی جرأت ہوئی، مگر تعجّب ہے مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب کی ڈھٹائی پر کہ وہ خدا خوفی سے بے پرواہ ہوکر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ:

"کچھ ایسا ہی حال امام احمد رضا بریلوی کی تصنیفِ جلیل سبحان السبّوح اور دیگر رسائل مبارکہ کا ہے کہ آج تک کسی کو اُن کا جواب دینے کی ہمّت نہ ہوسکی۔" (اللہ جھوٹ سے پاک ہے: صـ ۱۶)

حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مولانا عبدالواحد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی اِس کتاب سمیت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی اِسی موضوع پر کتاب "الجُہد المَقِلّ" کا جواب لکھنے اور ردّ کرنے کی آج تک کسی رضا خانی کو جرأت نہ ہوسکی۔

آخر میں مولانا عبداللہ الہندی کا خصوصی شکریہ ادا کروں گا جنھوں نے اس کتاب کی اعلیٰ پیمانہ پر دیدہ زیب کمپوزنگ کی اور کتاب کے متعلّق مفید مشوروں سے بھی نوازتے رہے۔

اللہ پاک اس کتاب کو راقم و جملہ معاونین کے لیے نجاتِ اخروی کا سبب بنائے اور اس کی برکت سے تاحیات مسلکِ اہل السنّۃ والجماعۃ پر قائم رہنے اور مرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ساجد خان نقشبندی

نائب مدیر مجلّہ نورِ سنّت کراچی و ترجمانِ احناف پشاور

و ناظم شعبۂ نشر و اشاعت جمعیۃ اہل السنّۃ والجماعۃ پاکستان

و انجمن دعوۃ اہل السنّۃ والجماعۃ ادارہ نورِ سنّت کراچی

۳۰ر شعبان المعظّم ۱۴۳۶ھ

۱۷ر جون ۲۰۱۵ء، سہ شنبہ

* * * *